معارف کا زرتعاون

ہندوستان میں سالانہ ساٹھ روپے   فی شمارہ پانچ روپے

پاکستان میں سالانہ ایک سو پچاس روپے

دیگر ممالک میں سالانہ ہوائی ڈاک پندرہ پونڈ یا چوبیس ڈالر

بحری ڈاک پانچ پونڈ یا آٹھ ڈالر

پاکستان میں ترسیل زر کا پتہ:۔ حافظ محمد یحییٰ شیرستان بلڈنگ

بالمقابل ایس ایم کالج۔ اسٹریچن روڈ۔ کراچی

• سالانہ چندہ کی رقم منی آرڈر یا بینک ڈرافٹ کے ذریعہ بھیجیں، بینک ڈرافٹ درج ذیل نام سے بنوائیں:

DARUL MUSANNEFIN SHIBLI ACADEMY AZAMGARH

• رسالہ ہر ماہ کی ۱۵ تاریخ کو شائع ہوتا ہے، اگر کسی مہینہ کے آخر تک رسالہ نہ پہونچے تو اس کی اطلاع اگلے ماہ کے پہلے ہفتہ کے اندر دفتر معارف میں ضرور پہونچ جانی چاہیے، اس کے بعد رسالہ بھیجنا ممکن نہ ہوگا۔

• خط و کتابت کرتے وقت رسالے کے لفافے کے اوپر درج خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔

• معارف کی ایجنسی کم از کم پانچ پرچوں کی خریداری پر دی جائے گی۔

کمیشن ۲۵٪ ہوگا ——— رقم پیشگی آنی چاہیے۔

جلد ۱۵۳   ماہ شوال المکرم ۱۴۱۴ھ مطابق ماہ اپریل ۱۹۹۴ء   عدد ۴

مضامین

شذرات

مسلمانوں کا مذہب انہیں اس بات سے نہیں روکتا کہ وہ اپنے ملک وطن کے وفادار رہیں اور اپنے وطنی بھائیوں کے دوش بدوش اس کی تعمیر و ترقی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں کیونکہ حب الوطنی انکے ایمان کا جزء ہے اس لیے وہ وطن کی حفاظت، سالمیت اور استحکام کے لیے مر مٹتے ہیں، ان کی تاریخ شاہد ہے کہ انھوں نے اپنے وطن کے لیے بڑی سی بڑی قربانی دی ہے، جہاں انکے قدم پڑے وہاں علم و ہنر کا ایک تازہ جہاں آباد ہو گیا اور وہ سرزمین علم و فن اور تہذیب و تمدن کا گہوارہ بن گئی، خود ہندوستان کو مسلمانوں نے گل و گلزار بنانے اور تہذیبی و تمدنی حیثیت سے اعلا و ارفع درجہ پر پہنچانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی، صنعت، حرفت، زراعت اور فلاحت کو ترقی دی، ہر طرف باغ و چمن لگائے، نہر، تالاب اور کنوئیں کھدوائے، ان کی پرشکوہ عمارتوں کے نقوش اب بھی ملک کی عظمت کا نشان بنے ہوئے ہیں، چند کو چھوڑ کر ہندوستان کے تمام مسلم فرمانرواؤں نے یہاں کے باشندوں کے عقیدہ و مذہب سے تعرض کیے بغیر انہیں ہر قسم کی آزادی، آسایش اور سہولت بہم پہنچائی، ہر ایک کے ساتھ عدل و مساوات کا برتاؤ اور ایک جیسا سلوک کیا، انگریزوں کی غلامی سے ملک کو چھٹکارا دلانے میں بھی وہ پیش پیش رہے اور ہر قسم کے مظالم برداشت کیے اور اب یہ حقیقت بھی واشگاف ہو چکی ہے کہ ملک کی تقسیم کا ذمہ دار جو بھی رہا ہو، مسلمان ہرگز نہیں تھے۔

وطن سے اس قدر والہانہ لگاؤ کے باوجود مسلمانوں نے اپنی شناخت اور دینی و اسلامی حیثیت باقی رکھی، اسلام کے رنگ و روغن پر کسی اور رنگ و روغن کو چڑھنے نہیں دیا، قرآن مجید کی رہنمائی اور محمد عربی فداہ ابی و امی صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی پر انہیں ہمیشہ ناز رہا، سخت آزمایش و آشوب میں بھی انھوں نے نہ اپنے دین و ایمان کو سودا کیا اور نہ اپنے ملی و مذہبی مفاد کو پامال ہونے دیا، وہ نہ کسی دھارے میں بہے اور نہ کسی فکر و فلسفہ سے متاثر ہوئے، کوئی مذہب اور کوئی تہذیب انہیں

اپنے اندر جذب نہیں کر سکی، ملت ابراہیمی، دین بیضا اور اسلام کی صراط مستقیم کے سوا ہر چیز کو بولہبی و بوجہلی سمجھ کر اپنے پیروں تلے روند ڈالا، آزاد ہندوستان میں بھی وہ ملک کے وفادار اور اس کے آئین و دستور کے پابند ہو کر اپنی شناخت اور پہچان برقرار رکھنا چاہتے ہیں اور اپنی دینی و اسلامی خصوصیات پر قائم رہنا چاہتے ہیں، جو متعصب، تنگ نظر اور ہندوتوا کے نشہ میں سرشار لوگوں کو کسی حال میں گوارا نہیں ہے، اس لیے وہ ہر روز مسلمانوں کے خلاف نئی نئی سازشیں تیار کرتے رہتے ہیں ؎

کیوں تیرگیٔ وقت خفا ہم سے ہوئی ہے　　اک شمع جلانے کی خطا ہم سے ہوئی ہے

کیا اس طرح کے مذہبی جنون میں گرفتار لوگ ہندوستان کی تاریخ سے ناواقف ہیں، کیا انہیں خبر نہیں کہ یہ ملک ہمیشہ سے مختلف قوموں، مذہبوں اور تہذیبوں کا سنگم رہا ہے اور اس کے زیر سایہ ہر مذہب و ملت کے لوگ پھلتے پھولتے رہے ہیں، اس نے ہر عقیدہ و خیال کے لوگوں کا خیر مقدم کیا ہے، مذہب، زبان اور رنگ و نسل کے فرق کی وجہ سے کسی کے ساتھ ناانصافی اور غیریت کا برتاؤ نہیں کیا، رواداری اور فراخدلی اس کی سرشت میں داخل ہے، آریوں کی طرح بودھوں، جینیوں، مسلمانوں اور عیسائیوں کو بھی اس نے اپنایا ہے، یہی اختلاف و رنگارنگی اس کی زینت تھی، آج جو لوگ وحدت و یکتا کے نام پر اس اختلاف و تنوع کو ختم کرنا اور مسلمانوں کی شناخت کو مٹا کر انہیں خود ساختہ قومی دھارے میں بہانا چاہتے ہیں وہ دراصل ملک کے دشمن ہیں، جو اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دینا چاہتے ہیں، ان کے سامنے صرف اپنا مفاد اور اقتدار ہے، ملک میں اسی وقت ترقی اور خوشحالی آسکتی ہے جب یہاں کے ہر فرقہ و مذہب کے لوگوں کو ترقی کرنے اور آگے بڑھنے کے یکساں مواقع ملیں اور گوناگوں فکری، مذہبی، نسلی اور تہذیبی اختلاف کے باوجود سب مطمئن و مسرور اور بے خوف و خطر رہیں، اگر جسم کا

کوئی حصہ بھی دکھ درد میں مبتلا ہو تو دوسرے حصے بھی چین سے نہیں رہتے، اسی طرح ملک کا کوئی گروہ اگر نامطمئن ہو تو دوسرے گروہ بھی خوش و خرم نہیں رہ سکتے۔

مسلمانوں کو بھی یہ سمجھنا چاہیے کہ اتنے بڑے ملک میں جہاں ہر طرح کے لوگ آباد ہیں، معقول کے ساتھ نامعقول اور لغو باتیں بھی انہیں سننی پڑیں گی جو اس لیے کہی جاتی ہیں کہ وہ انہیں میں الجھے رہیں اور ان کی پیش قدمی اور ترقی رک جائے، برابر اختلاف و نزاع کا شکار رہیں، نزاعات میں اپنا وقت اور صلاحیت برباد کریں، ذاتی اغراض کے پیچھے پڑکر متحد و منظم نہ ہوں، ہمیشہ خوف و دہشت زدہ رہیں، پست ہمتی، بے دلی، سستی اور کاہلی ان کا وطیرہ بن جائے اور وہ محنت، عمل، جد و جہد اور جفاکشی ترک کر دیں، فرقہ پرستوں کو ناکام بنانے کے لیے مسلمانوں کو ان کی باتوں پہ کان دھرنے کے بجائے اپنی اور وطن عزیز کی تعمیر و ترقی سے سروکار رکھنا چاہیے اپنی شناخت اور خصوصیات کو قائم رکھنا چاہیے، اپنے دین و مذہب سے دست کش ہونا تو درکنار اس کا خیال بھی دل میں نہیں لانا چاہیے اور اسی کے ساتھ ملک کو بھی زوال، انتشار اور تباہی سے بچانا چاہیے جس کی ذمہ داری بحیثیت مسلمان ان پر دہری ہے۔

اترپردیش کے وزیر اعلیٰ مسٹر ملائم سنگھ یادو کے اس اعلان کا خیر مقدم کیا جانا چاہیے کہ "پرائمری اور جونیر ہائی اسکولوں کو بھی اقلیتی حیثیت دی جائے گی"۔ گذشتہ ماہ اردو اور اقلیتی تعلیمی اداروں کے بارے میں دینی تعلیمی کونسل کے ایک وفد کے اکثر مطالبات وزیر اعلیٰ نے مان لیے اور انکے متعلق احکام بھی جاری کر دیئے وہ اپنی بات کے پکے اور بڑے کھرے شخص ہیں، گو انکی حکومت کو غالب اکثریت حاصل نہیں ہے، تاہم وہ اخلاص اور ایمانداری کے ساتھ اپنے انتخابی وعدوں کو پورا کرنا چاہتے ہیں، اقلیتوں اور کمزور و مظلوم طبقوں کی ہمدردیاں ان کے ساتھ ہیں۔

مقالات

اسلامی تعلیم کے ابتدائی مقامات و مراکز

از مولانا قاضی اطہر مبارکپوری

عہد نبوی میں پورے جزیرۃ العرب میں اسلام پھیل چکا تھا، خاص طور سے فتح مکہ کے بعد عرب کے تمام قبائل اسلام میں داخل ہو کر قرآن اور شرائع اسلام کی تعلیم و تعلم میں مشغول ہو گئے تھے اور ہر قبیلہ اور ہر بستی میں پڑھنے پڑھانے کا سلسلہ جاری ہو گیا تھا۔

مکہ مکرمہ میں حالات کی ناسازگاری کے باوجود کسی نہ کسی طرح قرآن کی تعلیم جاری تھی، اس پورے دور میں کوئی باقاعدہ درسگاہ نہیں تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو تعلیم دیتے تھے، موسم حج اور دیگر مواقع پہ لوگوں کو قرآن سناتے تھے، اس دور میں مسجد ابوبکر صدیقؓ، دار ارقمؓ، بیت فاطمہ بنت خطاب، شعب ابی طالب وغیرہ کو کسی حد تک درسگاہ سے تعبیر کیا جا سکتا ہے، اس کے باوجود مکی دور میں متعدد قرّاء و معلمین پیدا ہوئے جنھوں نے دوسروں کو قرآن اور تفقہ فی الدین کی تعلیم دی، حضرت خباب بن ارت مکہ میں بیت فاطمہ بنت خطاب میں قرآن کی تعلیم دیتے تھے، حضرت سالم مولیٰ ابو حذیفہ ہجرت عامہ سے پہلے قباء میں، حضرت مصعب بن عمیر اور حضرت ابن ام مکتوم (عمرو بن قیس اعمیٰ) نقیع الخضمات میں اور حضرت رافع بن مالک زرقی مسجد بنی زریق میں تعلیمی خدمت انجام دیتے تھے، یہ سب مکہ کے فضلاء و فارغین ہیں،

ان کے اصحاب و تلامذہ مدینہ منورہ کی مسجدوں میں امامت اور تعلیم کی خدمت انجام دیتے تھے۔

ہجرت عامہ کے بعد مدینہ منورہ میں مسجد نبویؐ میں مرکزی درسگاہ قائم ہوئی جس میں سید المعلمین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تعلیم دیتے تھے، نیز حضرت ابوبکرؓ صدیق، حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت عبادہؓ بن صامت وغیرہ اس درسگاہ کے معلم و مقری تھے، یہاں کے طلبہ اپنے گھروں میں بچوں اور عورتوں کو تعلیم دیتے تھے اور چند دنوں میں پورا شہر مدینہ دار العلم بن گیا، اس کے گلی کوچے قرآن مجید کی آواز سے گونجنے لگے، مختلف علاقوں سے قبائل اور وفود مدینہ آکر تعلیم حاصل کرتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرائے صحابہ کو معلم بنا کر قبائل میں روانہ فرماتے تھے، درسگاہ نبویؐ سے تعلیم حاصل کرکے قبائل کے رئیس و ترجمان اپنے یہاں تعلیم دیتے تھے، اس دور میں مکہ اور مدینہ کے بعد یمن کے مختلف علاقوں اور بستیوں میں تعلیم و تعلم کی سرگرمی زیادہ تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امرا و عمال قرآن، سنت، فرائض، تفقہ فی الدین اور شرائع اسلام کی تعلیم اپنے اپنے حلقوں میں دیتے تھے، خاص طور سے مکہ میں فتح مکہ کے بعد حضرت معاذؓ بن جبل، طائف میں حضرت عثمانؓ بن ابوالعاص ثقفی، عمان میں حضرت ابوزیدؓ انصاری، نجران میں حضرت خالدؓ بن ولید، یمن میں حضرت علیؓ اور حضرت ابوعبیدہؓ بن جراح، مقام جند میں حضرت معاذؓ بن جبل رضی اللہ عنہم اس خدمت پر مامور تھے۔

ان حضرات کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن امرا و عمال کو عرب کے مختلف مقامات پر مقرر فرمایا تھا، وہ اپنے اپنے مقام کے معلم و امام تھے اور مسلمانوں

کے جملہ دینی امور ان کے سپرد تھے، وہی حضرات اس منصب پر رکھے جاتے تھے جو قرآن، سنت، تفقہ فی الدین اور شرائع اسلام کے عالم ہوتے تھے اور ان باتوں کی تعلیم دیتے تھے۔ تعلیمی اسفار اور رحلات کا سلسلہ بھی جاری تھا اور دور دراز کے وفود و امرا خدمت نبویؐ میں آتے تھے، وفد عبد القیس کے ارکان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا کہ ہم لوگ بہت دور سے مشقت برداشت کرتے ہوئے آئے ہیں، راستہ میں کفار مضر کے قبائل ہیں، اس لیے صرف شہر حرام میں آپ کے پاس آسکتے ہیں، حضرت عقبہؓ بن حارث صرف ایک مسئلہ معلوم کرنے کے لیے خدمت نبویؐ میں مدینہ آئے۔

ابتدا میں طلبہ کے قیام و طعام کا کوئی خاص انتظام نہیں تھا، مکہ مکرمہ میں دار ارقمؓ میں مقیم صحابہ کے کھانے کا انتظام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مستطیع صحابہ کے یہاں فرمایا تھا جس کو جاگیر سے تعبیر کیا جاسکتا ہے، قباء میں سعدؓ بن خیثمہ کا خالی مکان بیت العزاب دار الطلبہ تھا، اصحاب صفہ مسجد نبویؐ میں قیام کرتے تھے اور بیرونی طلبہ یعنی وفود اور افراد دار رملہ بنت حارث میں عام طور سے قیام کرتے تھے، اصحاب صفہ کے خورد و نوش کا انتظام انصار مدینہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں بطور جاگیر کے تھا اور بیرونی حضرات کے لیے خصوصی دعوت و مدارات کا انتظام تھا۔

قرآن مجید کی تعلیم عام طور سے زبانی ہوتی تھی، مصاحف کا انتظام نہیں تھا، یوں بھی عرب میں کتابت کا رواج بہت کم تھا، اس کے باوجود کتابت وحی کے ساتھ بعض سورتیں تحریری شکل میں پائی جاتی تھیں، مکہ مکرمہ میں بیت فاطمہ بنت خطاب میں صحیفہ کا ذکر

ہے، مدینہ منورہ میں حضرت عبادہؓ بن صامت قرآن مجید کی تعلیم کے ساتھ کتابت بھی سکھاتے تھے، نیز بدر کے قیدیوں کے ذریعہ کتابت کی تعلیم ہوئی اور صحابہ میں لکھنے کا رواج ہوا، مصاحف لکھے گئے اور بعض صحابہ مجلس نبویؐ میں احادیث بھی لکھا کرتے تھے، اس کے باوجود عموماً قرآن کی تعلیم زبانی ہوتی تھی، خاص خاص حضرات پورے قرآن مجید کے حافظ وقاری تھے جب کہ عام صحابہ بقدر ضرورت چند سورتیں یاد کر لیتے تھے۔

عہد صحابہ و تابعین میں اسلامی فتوحات ہوئیں، عالم اسلام کا رقبہ وسیع ہوا اور جزیرۃ العرب کے علاوہ دیگر ممالک میں تعلیم و تعلم کی سرگرمی جاری ہوئی، اس دور میں بھی دینی علوم کا مرکز مدینہ منورہ تھا جہاں کثیر تعداد میں صحابہ موجود تھے، یہیں سب سے زیادہ علم دین کا چرچا تھا اور یہی مرجع تھا، اس کے بعد مکہ مکرمہ دوسرا مرکز تھا، اس زمانہ میں عراق کے دونوں شہر کوفہ اور بصرہ اسلامی علوم کے اہم ترین مرکز تھے، جہاں کثیر تعداد میں صحابہ اور تابعین موجود تھے، خاص طور سے کوفہ میں حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت ابوموسیٰؓ اشعری وغیرہ کی وجہ سے تعلیمی سرگرمی بہت زیادہ تھی، یہاں تقریباً پانچ سو اہل روایت تابعین موجود تھے، اس کے بعد بصرہ کتابؔ و سنت اور تفقہ فی الدین کا مرکز تھا اور حضرات صحابہ کے علاوہ تقریباً دو سو اہل روایت تابعین آباد تھے، اس کے بعد شام و مصر کا درجہ تھا، خاص طور سے بنوامیہ کے دور میں یہاں علمی و تعلیمی سرگرمی بہت زیادہ تھی اور اجلہ صحابہ و تابعین تعلیم و تعلم میں مصروف تھے، اس زمانہ میں یمن اور اس کے مخالیف و اضلاع اس میں نمایاں حیثیت رکھتے تھے، صنعاء، جند، رمع، زبید وغیرہ مرکز تھے، حضرت فروہؓ بن مسیک نے یہاں اشاعت اسلام اور دینی تعلیم میں شاندار خدمات انجام دیں، تابعین میں وہب

بن منبہ، ہمام بن منبہ، طاؤس بن کیسان، معمر بن راشد وغیرہ مرجع تھے۔

مشرقی عالم اسلام اور خراسان وغیرہ میں صحابہ و تابعین کی تعداد کم تھی اس لیے اس دور میں مذکورہ بالا مقامات کے مقابلہ میں یہاں تعلیم و تعلم کا رواج کم تھا، اسی طرح افریقہ میں اس کی کمی تھی۔

عہد صحابہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تعلیم و تعلم پر خاص توجہ فرمائی، خود سنن جمع کرنے کا ارادہ کیا مگر اس خیال سے جمع نہیں کیا کہ کہیں اگلی امتوں کی طرح یہ امت بھی کتاب اللہ سے غافل نہ ہو جائے، شام، کوفہ، بصرہ اور مختلف شہروں میں علمائے صحابہ کو تعلیم کے لیے روانہ کیا، بچوں کی تعلیم کے لیے مکاتب جاری کیے، قرآن کی کتابت کرائی اور کثیر تعداد میں مصاحف تیار کرا کر عالم اسلام میں بھیجے، قرآن یاد کرنے والوں کو انعام اور وظیفہ سے نوازا اور ان کی توجہ اور کوشش سے عالم اسلام کا ہر شہر و قریہ دارالعلم بن گیا تھا، حضرت عمرؓ کی خصوصیات میں دینی علوم کی اشاعت اہم درجہ رکھتی ہے، ان کے بعد حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز نے اس خدمت میں نمایاں حصہ لیا اور احادیث و سنن کے جمع و تدوین اور ان کی تعلیم کا اہتمام کیا اور پورے عالم اسلام میں کتب حدیث و فقہ کی تدوین و تالیف کی ابتدا ہوئی، شہروں میں معلمین روانہ کیے، دوسری صدی تک اسلامی علوم کے مشہور مرکز یہ مقامات تھے، مدینہ منورہ، مکہ مکرمہ، طائف، کوفہ، بصرہ، یمن، شام، مصر، عواصم، جزیرہ، موصل، یمامہ، بحرین، واسط، موصل، انبار، مدائن، خراسان، رے، قم، طبقات کے قدیم مورخ خلیفہ بن خیاط اور محمد بن سعد نے ان بلاد و امصار کے علماء و فقہاء و محدثین اور ان کی تعلیمی و علمی سرگرمی کا تذکرہ کیا ہے۔

اس دور میں تعلیمی و علمی اسفار و رحلات کا عام رواج ہو گیا تھا، تابعین کے شاگرد

مدینہ کا سفر کر کے اپنے استادوں کے استاد یعنی صحابہ سے براہ راست احادیث کا سماع کرتے تھے، سند عالی کا حصول بھی علمی سفر کا باعث تھا، تابعین اور تبع تابعین میں حصول علم کے لیے اسفار کا ذوق زیادہ تھا، صحابہ کے وجود کی برکت سے دنیا خالی ہو رہی تھی، انکے تلامذہ ان کے علوم کے وارث وامین تھے اور اہل علم ان سے حصول علم کو غنیمت سمجھتے تھے، حضرت ابو سعید خدری نے ایک مرتبہ تابعین کا ذکر کرتے ہوئے کہا تھا:

حتی لو کان احد ھم من وراء	یہانتک کہ اگر تابعین میں سے کوئی شخص
البحر لرکبوا الیہ یتفقھون	سمندر پار ہوگا تو لوگ اس کے یہاں
منہ [1]	جا کر تفقہ فی الدین کی تعلیم حاصل کریں گے،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو سعید خدری سے فرمایا تھا کہ تمہارے پاس لوگ علم دین حاصل کرنے آئیں گے تم ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا، زبان رسالت سے علمی وتعلیمی اسفار کی یہ پیشین گوئی حرف بحرف پوری ہوئی۔

عہد نبوی سے مسجدوں میں تعلیمی حلقات ومجالس قائم کی جاتی تھیں، بعض حضرات اپنے مکانوں پر تعلیم دیتے تھے، بعد میں اسی سنت کے مطابق علمائے اسلام نے مسجدوں کو تعلیم وتعلم کا مرکز بنایا اور دو تین صدیوں تک یہ سلسلہ جاری رہا، اس درمیان میں تعلیم کے لیے یا طلبہ کے لیے کسی مستقل عمارت کا پتہ نہیں چلتا ہے، البتہ عبّاد وزہّاد کے قیام وطعام اور دیگر ضروریات کے لیے عمارت وکفالت کے بعض واقعات خلافت راشدہ میں ملتے ہیں، علامہ مقریزی نے کتاب الخطط والآثار میں ابو نعیم کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرت زید بن صوحان بن صبرہ متوفی ۳۶ھ نے جو خود بھی عابد وزاہد اور بصرہ کے سید التابعین

[1] مصنف عبد الرزاق ج ۱۱ ص ۲۲۲۔

تھے، اہل بصرہ کے کچھ بزرگوں کو دیکھا کہ نہ وہ تجارت کرتے ہیں اور نہ ہی ان کا کوئی ذریعہ معاش ہے، وہ عبادت وریاضت میں مشغول رہتے ہیں تو ان کے لیے مکانات بنوائے اور ان کے خورد و نوش کا انتظام کیا،[1] یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دور خلافت تھا، خلیفہ ابو جعفر منصور عباسی نے حکماء وفلاسفہ کے لیے بیت الحکمۃ قائم کر کے ان کے قیام اور وظیفہ کا انتظام کیا، ایک قریشی باذوق عالم عبد الحکم بن عمرو بن صفوان نے اپنے اخوان واحباب کے لیے ایک مکان بنایا جس میں آلات لہو ولعب کے ساتھ کتب العلم بھی جمع کیا۔[2]

خلیفہ معتضد باللہ متوفی ۲۸۹ھ نے حکماء وفلاسفہ کے لیے عظیم الشان عمارت تعمیر کرائی، بغداد کے علاقہ شماسیہ میں شاہی محل کے لیے زمین کی پیمائش کرائی تو ضرورت سے زیادہ زمین کی پیمائش کرائی جس میں بہت بڑی شاندار عمارت اور اس میں نظریاتی اور عقلی علوم وفنون کے لیے کمرے تعمیر کرائے اور ہر کمرہ میں علوم عقلیہ ونظریہ کے نامور اساتذہ کو رکھ کر ان کا سالانہ خطیر وظیفہ مقرر کیا تاکہ جو شخص جس فن کے ماہر سے تعلیم حاصل کرنا چاہے آسانی سے حاصل کر سکے۔[3] مگر اس وقت تک فقہاء ومحدثین اور اصحاب روایت نے مسجد ہی کو درسگاہ بنائے رکھا، نہ انھوں نے اس کے لیے الگ سے کوئی عمارت بنائی، اور نہ کسی خلیفہ وامیر نے اس کی طرف توجہ کی، البتہ مغرب اقصیٰ میں دو بہنوں نے شاندار جامع بنا کر ان کے اردگرد طلبہ کے قیام کے لیے حجرے تعمیر کرائے، تیسری صدی میں دینی درسگاہ کے سلسلہ میں یہ پہلا اقدام تھا، مغرب کے شہر فاس کی فقیہ ومفتیہ حضرت ام البنین فاطمہ بنت محمد بن عبد اللہ فہری نے یکم رمضان ۲۴۵ھ میں جامع قرویین

[1] کتاب الخطط والآثار ج ۴ ص ۲۷۳ [2] جمہرۃ انساب العرب ص ۱۶۰ [3] کتاب الخطط والآثار ج ۲ ص ۳۶۲۔

کی بنیاد رکھی، اس کے لیے اپنے پاک موروثی مال سے قبیلہ ہوارہ میں زمین خریدی، اپنی زمین سے پتھر نکلوایا اور مسجد کے ارد گرد دینی علوم کے طالب علموں کے لیے حجرے اور کمرے تعمیر کرائے، جامع قرویین میں آج تک دینی تعلیم جاری ہے اور اس کا شمار مغرب کے قدیم ترین جامعات میں ہوتا ہے، ان کی بہن حضرت مریم بنت محمد بن عبد اللہ فہری نے بھی اسی سال ۲۴۵ھ میں جامع الاندلس کی بنیاد شہر فاس میں رکھی اور اس کے اطراف میں طلبہ کے قیام کے لیے حجرے تعمیر کرائے، فاس کے سلطان ادریس بن ادریس نے اندلس کے مسلمانوں کی ایک جماعت کو مشرقی فاس میں آباد کیا تھا، اسی علاقہ میں مریم بنت محمد نے مسجد تعمیر کر کے اس کا نام جامع الاندلس رکھا تھا،[1] اس کے بعد ۳۶۱ھ میں قاہرہ میں جامع ازہر کی تعمیر ہوئی جس میں طلبہ کے لیے رواق تعمیر کیے گئے، مسجدوں سے متعلق طلبہ کے قیام کے لیے کمرے تو تعمیر ہوئے مگر تعلیم مسجدوں ہی میں ہوتی تھی، یہ معلوم نہ ہو سکا کہ طلبہ کے خورد و نوش اور دیگر ضروریات کا کیا انتظام تھا، وہ خود اس کا انتظام کرتے تھے یا انکی کفالت کی کوئی صورت تھی، بغداد و قاہرہ اور دوسرے بڑے اسلامی شہروں میں تیسری اور چوتھی صدی تک مسجدوں میں تعلیمی حلقے قائم ہوتے تھے، خطیب بغدادی متوفی ۴۶۳ھ بغداد کی جامع منصور میں اپنی مجلس درس قائم کرتے تھے، داؤدی مسلک کے مشہور امام و عالم ابراہیم بن محمد نفطویہ متوفی ۳۲۳ھ نے جامع منصور کے ایک ستون کے پاس پچاس سال تک درس دیا اور جگہ نہیں بدلی، شافعی مسلک کے عالم ابو حامد احمد بن محمد اسفرائنی متوفی ۴۰۶ھ بغداد میں حضرت عبد اللہ بن مبارک کی مسجد میں درس دیتے تھے جس میں تین سو سے سات سو تک فقہاء و علماء شریک ہوتے تھے، مقدسی بشاری کا بیان ہے کہ

[1] حاضر العالم الاسلامی۔

جامع ازہر میں عشاء کے بعد ایک سو دس علمی مجلسیں قائم ہوتی تھیں۔

مدرسوں کی تعمیر کے بعد بھی مسجدوں میں دینی تعلیم کی افادیت زیادہ تھی، اس میں اتباع سنت کے ساتھ عام مسلمانوں کے لیے بھی علمی و دینی فائدہ تھا، ابن الحاج المدخل میں لکھتے ہیں:

اخذ الدرس فی المسجد افضل لاجل کثرۃ الانتفاع بالعلم لمن قصدہ ومن لم یقصدہ، بخلاف المدرسۃ فانہ لا یاتی الیہا الا من قصد العلم او الاستفتاء فاخذہ فی المدرسۃ اقل رتبۃ فی الانتشار منہ فی المسجد[1]

مسجد میں درس لینا افضل ہے کیونکہ اس میں طلب علم کا قصد کرنے والے اور نہ قصد کرنے والے دونوں کے حق میں زیادہ فائدہ ہے بخلاف مدرسہ کے کہ وہاں صرف علم کا طالب یا استفتاء کرنے والا ہی آئے گا، اس لیے مسجد کے بجائے مدرسہ میں تحصیل علم سے اسکی اشاعت کم ہوگی۔

اسی لیے مدرسوں کی تعمیر کے بعد بھی مسجدوں میں تعلیم کا سلسلہ جاری رہا، بلکہ آج تک جاری ہے، موجودہ طرز کے مدارس کی ابتدا کے بارے میں علامہ مقریزی نے بیان کیا ہے:

ان المدارس مما حدث فی الاسلام ولم تکن تعرف فی زمن الصحابۃ ولا التابعین

مدارس اسلام میں بعد میں بنائے گئے ہیں، صحابہ اور تابعین کے زمانہ میں ان کا پتہ نہیں چلتا ہے، ان کی تعمیر

[1] المدخل ج ۱ ص ۲۰۲۔

فانما حدثت عملها بعد الاربعمائة	چوتھی صدی ہجری کے بعد ہوئی ہے،
من سنی الھجرة واول من	اور اہل نیساپور نے سب سے پہلے
حفظ عنه انه بنی فی الاسلام	مدرسہ بنایا اور مدرسہ بیہقیہ کی تعمیر
اهل نیسابور، فبنیت المدرسة	کی گئی۔
البیهقیة بها[1]	

ہمارے نزدیک چوتھی صدی کے بعد نہیں بلکہ چوتھی صدی کے اندر نیساپور کے شافعی فقہاء و علماء نے مدرسوں کو تعمیر کیا ہے، عام طور سے مشہور ہے کہ وزیر نظام الملک طوسی متوفی سنہ ۴۸۵ھ نے مدارس کی بنیاد ڈالی حالانکہ امام تاج الدین سبکی کی تصریح کے مطابق وزیر موصوف کی ولادت سے پہلے کئی مدارس تعمیر ہو چکے تھے، صرف نیساپور میں چار مدرسے جاری ہو چکے تھے، پہلا مدرسہ بیہقیہ، دوسرا مدرسہ سعدیہ، جس کو امیر نصر بن سبکتگین سلطان محمود غزنوی کے بھائی نے نیساپور کی امارت کے دور میں تعمیر کیا تھا، تیسرا مدرسہ جس کو نیساپور میں ابو سعد اسمٰعیل بن علی بن مثنیٰ استرآبادی واعظ صوفی متوفی سنہ ۴۴۰ھ نے قائم کیا تھا، چوتھا مدرسہ نیساپور میں استاد ابو اسحاق اسفرائنی کے لیے بنایا گیا، بقول حاکم مدرسۂ ابو اسحاق سے پہلے نیساپور میں ایسا شاندار مدرسہ تعمیر نہیں ہوا تھا، اس کے بعد امام سبکی نے لکھا ہے کہ میں نے غور و فکر کیا تو ظن غالب ہوا کہ سب سے پہلے نظام الملک نے طلبہ کے لیے معالیم اور وظائف مقرر کئے ہیں[2]

مذکورہ مدرسوں کے علاوہ اس زمانہ میں نیساپور وغیرہ میں شافعی علماء و فقہاء کے کئی مدرسے جاری تھے، قاضی ابوبکر محمد بن احمد بن علی بن شاہویہ فارسی متوفی سنہ ۳۶۱ھ

[1] کتاب الخطط والآثار ج ۲ ص ۳۶۲ [2] طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج ۴ ص ۳۱۴۔

مدرسہ ابو حفص الفقیہ میں درس دیتے تھے[1] فقیہ ابو الحسن محمد بن شعیب بیہقی متوفی سنہ ۳۲۴ھ نیساپور کے مدرسہ شوافع کے مدرس تھے[2] فقیہ ابو طاہر محمد بن علی بن محمد بن بویہ زرّاد مرو الروذ کے مقام پنج دہ میں مدرسہ مرست میں درس دیتے تھے[3] امام ابو المظفر منصور بن محمد سمعانی تبدیل مسلک کر کے حنفی سے شافعی ہو گئے اور مرو کے مدرسۂ اصحاب شافعی میں رکھے گئے[4]۔ فقیہ ابو المعالی شبیب بن عثمان رحبی بغداد کے مدرسہ ناجیہ میں پڑھاتے تھے، اس مدرسہ کو تاج الملک مرزبان بن خسرو وزیر ملک شاہ سلجوقی نے تعمیر کیا تھا، استاد ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازن قشیری زین الاسلام نیساپوری کا ذاتی اور خاندانی مدرسہ تھا جس میں خاندان کے علماء و مشائخ دفن کیے جاتے تھے[5]

وزیر نظام الملک طوسی سے پہلے نیساپور وغیرہ میں علماء و فقہاء نے متعدد مدارس تعمیر کیے، ان میں سے چند مدرسوں کی نشاندہی کر دی گئی ہے، وزیر موصوف نے اپنے دور وزارت میں مشرقی عالم اسلام کے ہر بڑے شہر میں مدرسے تعمیر کرائے اور طلبہ کے وظیفے اور قیام و طعام کا انتظام کیا، اس کار خیر کی ابتدا کے بارے میں ذکریا بن محمد قزوینی نے لکھا کہ ایک مرتبہ سلطان الب ارسلان متوفی سنہ ۴۶۵ھ نیساپور گیا، اور ایک مسجد کے پاس سے گزرتے ہوئے دیکھا کہ مسجد کے دروازے پر فقہاء (طلبہ) کی ایک جماعت پھٹے پرانے کپڑوں میں موجود ہے، ان لوگوں نے نہ سلطان کا استقبال کیا اور نہ ان کے لیے دعا کی، سلطان الب ارسلان نے نظام الملک سے ان کے بارے

[1] طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج ۳ ص ۸۰، [2] انساب سمعانی ج ۲ ص ۱۳۱۴ [3] طبقات الشافعیہ ج ۳ ص ۲۰۴ [4] ایضاً ج ۵ ص ۳۴۴ [5] ایضاً ص ۳۲۹۔

میں سوال کیا، انھوں نے بتایا کہ یہ طلبۂ علم ہیں، یہ لوگ بہت اعلیٰ واشرف مزاج کے ہیں، ان کو دنیا سے کوئی مطلب نہیں ہے، ان کی حالت ان کے فقر و محتاجی کی شہادت دیتی ہے، جب وزیر نظام الملک نے محسوس کیا کہ سلطان کا دل ان لوگوں کے بارے میں نرم ہو گیا ہے تو کہا کہ اگر سلطان اجازت دے تو میں ان لوگوں کے لیے کوئی عمارت بنا کر ان کا وظیفہ جاری کر دوں تاکہ وہ طلب علم میں مشغول رہ کر سلطان کو دعا دیتے رہیں، سلطان نے اس کی اجازت دے دی اور نظام الملک نے پورے قلمرو میں مدارس کی بنا کا حکم دیا اور یہ کہ سلطان کی جو دولت وزیر نظام الملک کے لیے مختص ہے اس کو مدارس کی تعمیر میں خرچ کیا جائے[1]

اس کے بعد نظام الملک نے بغداد، بلخ، نیساپور، ہرات، اصفہان، بصرہ، مرو، آمل طبرستان، موصل اور عراق وخراسان کے ہر شہر میں مدرسے تعمیر کرائے اور یہ سب مدرسہ نظامیہ کے نام سے مشہور ہوئے۔ بغداد میں مدرسہ نظامیہ کی تعمیر ذوالحجہ ۴۵۷ھ میں شروع ہوئی اور شنبہ دس ذوالقعدہ سنہ ۴۵۹ھ میں اس کا افتتاح ہوا، نظام الملک نے حکم دیا تھا کہ اس کے مدرس فقیہ ابواسحاق شیرازی متوفی سنہ ۴۷۶ھ ہوں گے، چنانچہ طے ہوا کہ مدرسہ کے افتتاح کے دن طلبہ ان کے ساتھ آ کر تعلیم و تدریس میں شریک ہوں گے، مگر ابواسحاق شیرازی نہیں آئے، اور تلاش کرنے پر بھی نہیں ملے تو فقیہ ابونصر بن صباغ کو بلا کر مدرس بنایا گیا، اس کے بعد ابواسحاق شیرازی اپنی مسجد میں پائے گئے، اور ان کے شاگردوں نے ابن صباغ کے درس میں جانا بند کر دیا، اس لیے بیس دن کے بعد ابن صباغ کو معزول کر کے ابواسحاق شیرازی کو لایا گیا۔

---

[1] آثار البلاد و اخبار العباد ص ۲۴۲۔

اور وہ وفات تک اسی میں درس دیتے رہے، ان کے انتقال پر ان کے شاگرد مدرسہ نظامیہ میں تعزیت کے لیے بیٹھے اور نظام الملک کے بیٹے مؤید الملک نے ابوسعد المتولی کو ابواسحاق شیرازی کی جگہ مقرر کیا، جب اس کی خبر نظام الملک کو ہوئی تو اس تقرری کو ناپسند کر کے کہا کہ ضروری ہے کہ ابواسحاق شیرازی کی وفات پر مدرسہ ایک سال کے لیے بند کر دیا جائے، پھر شیخ ابونصر عبدالسید بن صباغ سابق مدرس کو ان کی جگہ پر مقرر کیا۔[1]

اس کے بعد پورے مشرقی عالم اسلام کے سلاطین، وزراء اور امراء نے اپنے اپنے علاقہ میں مسجدوں، مدرسوں اور خانقاہوں کو تعمیر کر کے علماء، فقہاء، محدثین اور مشائخ کو جمع کیا اور ان کے وظائف مقرر کیے اس بارے میں ہر صاحب اقتدار دوسرے پر سبقت کی کوشش کرتا تھا اور اہل علم میں مخلصین کی ایک جماعت ماتم کر رہی تھی کہ اب علم اور اہل علم سلاطین و امراء کے رہین منت ہو رہے ہیں اور علم دین پر ارباب دنیا کا سایہ پڑ رہا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ مدارس کے قیام و انتظام کے نتیجہ میں تعلیم و تعلم کی فضا میں خوشگوار انقلاب پیدا ہوا، حالات اور ضروریات کے مطابق دینی نصاب میں دنیاوی علوم و فنون داخل کیے گئے اور طلبہ و مدرسین غم روزگار سے آزاد ہو کر تعلیم و تعلم میں منہمک ہوئے۔ جس زمانہ میں فقہاء مدرسوں کی چہار دیواری میں تعلیم و تعلم میں سرگرم تھے محدثین مسجدوں کی فضاء سے نکل کر میدانوں اور عام مقامات میں حدیث کے املا کی مجلسیں قائم کرتے تھے اور ہزاروں لاکھوں طلبۂ حدیث جمع ہو کر ان سے حدیث سنتے اور لکھتے تھے، املا کرانے والے محدثین کے کئی کئی مستملی ہوتے تھے جو ان کی آواز کو مجمع تک پہنچاتے تھے، مسجد، مدرسہ اور کھلے مقامات کی مجلس تینوں اسلامی علوم کی عام درسگاہیں تھیں اور چوتھی صدی تک ان مرکزوں سے اسلامی علوم کی نشر و اشاعت ہو رہی تھی، املا کی مجالس میں خاص طور سے طلبۂ حدیث شریک ہوتے تھے، بعد میں اس کا رواج تقریباً ختم ہو گیا اور مسجدوں، مدرسوں کی مرکزیت تا حال قائم ہے۔

---

[1] وفیات الاعیان ج ۱ ص ۱۲ (طبع اصفہان)

محمد فرید وجدی اور ان کے افکار

از ڈاکٹر ابو سفیان اصلاحی۔ علی گڑھ۔

(۲)

مقدمہ فی صفوۃ العرفان فی تفسیر القرآن: فرید وجدی کی علمی و دینی خدمات کا دائرہ متنوع اور وسیع ہے، اسلام کی فلسفیانہ و متکلمانہ تشریح کے علاوہ انھوں نے قرآن مجید کے علوم و معارف کی شرح و تفسیر کو بھی اپنا موضوع بنایا تھا، اس کتاب میں پہلے انھوں نے قرآن مجید کی اصل حیثیت واضح کی ہے پھر قرآن مجید کے نزول کے زمانے کے ابتر حالات بیان کرکے دکھایا ہے کہ اس نے ان میں دفعتاً کیا اصلاح و تبدیلی کی اور جن لوگوں نے اس کی دعوت قبول کرلی انہیں کتنے اعلا و ارفع مقام پر پہنچا دیا۔

فرید وجدی کے نزدیک مسلمانوں کے وجود و بقا کا دارومدار اسی کتاب حکیم پر ہے، اس کی طرف سے بے اعتنائی ہی کی وجہ سے مسلمان آج ذلیل و خوار ہو گئے ہیں، اگر انہیں اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کرنا ہے تو اسی کا سہارا لینا پڑے گا ع نیست ممکن جز بقرآں زیستن

فرید وجدی نے یہ بھی واضح کیا ہے کہ قرآن مجید اس لیے نہیں نازل کیا گیا تھا کہ مسلمان تبرکاً اس کی تلاوت کرلیں یا ایصال ثواب اور مصائب کو دفع کرنے کے لیے اس کو پڑھ لیں، وہ اس پر افسوس ظاہر کرتے ہیں کہ اب بلا سمجھے بوجھے قرآن مجید پڑھنے کو معمول بنالیا گیا ہے جب کہ اس میں تدبر و تفکر کرنا چاہیے اور اس کی حکمتوں اور

اس کے اسرار و رموز سے واقف ہونے کی کوشش کرنا چاہیے۔ اس کے بعد انھوں نے یہ بتایا ہے کہ قرآن مجید کے مفسر کو کن کن علوم سے واقف ہونا ضروری ہے۔

وہ قرآن مجید کے ہر قسم کے تغیر و تحریف سے پاک ہونے اور اس کے غیر معمولی موثر اور انقلاب آفریں ہونے کا ذکر بھی کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ اس نے فکر و عمل، معاشرت و اخلاق اور تہذیب و تمدن میں کیا انقلاب برپا کر دیا تھا۔[1] اس کتاب کے بعض مباحث کا ذکر ان کی کتابوں المدنیۃ والاسلام اور الاسلام فی عصر العلم میں آچکا ہے، یہاں ہم بعض نئی باتوں کی جانب توجہ منعطف کرائیں گے۔

پہلے باب "الادیان فی نظر القرآن" میں بتایا گیا ہے کہ دنیا کے تمام ادیان کے صحائف جن کو وحی الٰہی کہا جاتا ہے یا تو وہ تمام تر ان کے علماء کے اقوال و آراء پر مبنی ہیں یا ان میں مذہبی رہنماؤں اور دینی پیشواؤں کی رائیں شامل ہو گئی ہیں خود توریت اور انجیل میں بھی غیر معمولی تحریف ہوئی ہے[2] ان کے محرفین کے متعلق ارشاد ربانی ہے:

فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَٰذَا مِنْ عِندِ اللَّهِ (البقرہ: ۲/۷۹)

پس ہلاکت ہے ان لوگوں کے لیے جو اپنے ہاتھوں سے شرع کا نوشتہ لکھتے ہیں، پھر لوگوں سے کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس سے آیا ہوا ہے۔

دوسرا باب "الناس فی نظر القرآن" ہے۔ جس میں فرید وجدی نے قرآن کریم کی رو سے انسانوں کے حسب ذیل تین گروہوں کا ذکر کرکے ان کے بارے میں مشترک اور جدا جدا تعلیمات بیان کی ہیں: (۱) مومنین (۲) یہود و نصاریٰ (۳) اور مشرکین و منکرین۔

ایک باب "المسلمون فی نظر القرآن" ہے، جس میں بتایا گیا ہے کہ ملت اسلامیہ

سے تعلق رکھنے والوں کو مسلم کہا جاتا ہے، اللہ نے انہیں حکم دیا ہے کہ وہ آپس میں متحد رہیں اور اپنے بھائیوں کے رنج وخوشی میں شریک ہوں۔ جغرافیائی حد بندی، رنگ نسل اور زبان وتہذیب انہیں جدا نہیں کر سکتی ہے۔ دین ہی ان کی اصل بنیاد ہے اور اسی کی نسبت سے وہ ساری دنیا میں جانے اور پہچانے جاتے ہیں، وہ دنیا میں ظلم وزیادتی سے دور رہنے کی کوشش کرتے ہیں۔ قرآن کریم میں بتایا گیا ہے کہ صرف تقویٰ کی بنیاد پر اللہ سے قربت حاصل کی جا سکتی ہے۔ قرآن کریم میں مسلمانوں کو ہدایت دی گئی ہے کہ جب ان کے دشمن عہد کا پاس ولحاظ نہ رکھیں تب ہی ان کے لیے جائز ہوگا کہ انکے ساتھ رعایت نہ برتیں۔ اللہ نے مسلمانوں کے متعلق یہ بھی کہا ہے کہ وہ ایمان وحسن عمل کی بدولت زمین میں تمکن واقتدار حاصل کرتے ہیں اور اللہ کے حکم سے سرتابی کے نتیجہ میں اقتدار واختیار سے محروم کر دیے جاتے ہیں۔[۴۶]

اس کے بعد باب "الکافرون فی نظر القرآن" میں منکرین کی صفات بیان کر کے بتایا گیا ہے کہ ان میں سے جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں کو تسلیم نہیں کرتے۔ اگر یہ خلافت اسلامیہ کے زیر نگیں ہوں اور مسلمانوں کے محکوم بن کر رہنا چاہیں تو انکے مال ودولت اور عزت وناموس کا پاس ولحاظ کرنا مسلمانوں پر واجب ہے اور اگر وہ ان کے زیر نگین نہ ہوں لیکن ان کے مابین کوئی عہد ہو تو مسلمانوں کو اس کا خیال کرنا لازمی ہے اور اگر وہ مسلمانوں سے برسرپیکار ہوں تو مسلمانوں کے لیے بھی ان سے جنگ کرنا روا ہے۔ اگر جنگ میں یہ قید ہو جائیں تو انکے ساتھ نرمی کا برتاؤ کیا جائے۔

اس کے بعد باب "الانسان فی نظر القرآن" ہے۔ قرآن کریم نے انسان کو اشرف المخلوقات قرار دیا ہے، کیونکہ اللہ نے اسے اپنا خلیفہ اور دنیا کی تمام چیزوں کو

اس کی خدمت کے لیے بنایا ہے، مگر بسا اوقات وہ خواہشات کے پیچھے پڑ کر اپنی اس حیثیت اور عظمت کو فراموش کر بیٹھتا ہے اور وہ اللہ کے ناشکرے بندوں میں شامل ہو جاتا ہے۔

كَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا (الاسراء: ۶۷/۱۷) انسان بڑا ناشکرا ہے۔

اللہ تعالیٰ انہی لوگوں کو زمین کا وارث بناتا ہے جو بنی آدم کے خیر وفلاح کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔[۴۷]

اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِیَ الصَّالِحُوْنَ (الانبیاء: ۱۰۵/۲۱) زمین کے وارث ہمارے نیک بندے ہی ہونگے۔

باب "الوجود فی نظر القرآن" میں بتایا گیا ہے کہ بعض فلاسفہ دنیا ہی کو اول وآخر قرار دیتے ہیں۔ لیکن جدید تحقیق نے اس نظریہ کو پاش پاش کر دیا ہے۔ قرآن کریم کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہے کہ انسان کو علم کا بہت تھوڑا حصہ عطا کیا گیا ہے یہی وجہ ہے کہ وہ کائنات کی بہت سی اشیا سے بے بہرہ ہے۔[۴۸]

"الدنیا فی نظر القرآن" میں یہ بتایا گیا ہے کہ فلاسفہ، شعراء اور مفکرین دنیا کو حقیر اور آفات ومصائب سے پُر بتاتے ہیں، اسی بنا پر کچھ لوگ تارک الدنیا ہو جاتے ہیں۔ لیکن اس بارے میں قرآن مجید کا نقطۂ نظر نہایت اعتدال پر مبنی ہے، ایک طرف تو اس نے دنیا کو متاع غرور، لہو ولعب اور سامان آرائش قرار دیا ہے تو دوسری طرف یہ بھی کہا ہے کہ:

لَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا اپنے دنیاوی حصہ کو تم فراموش مت کرنا۔

دوسری جگہ فرمایا:

فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ (الجمعہ: ۶۲/۱۰) — تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے دنیا کی پاک چیزوں سے لطف اندوز ہونے کا حکم دیا ہے، اور حرام چیزوں سے روکا ہے، منکرات و فواحش سے دور رہنے اور انہیں مٹانے کی تلقین کی ہے، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس نے روحانی اور جسمانی تقاضوں کو ہم آہنگ کرنے کی پوری کوشش کی ہے[۴]

"ناموس الارتقاء فی نظر القرآن" میں اس خیال کی تردید کی گئی ہے کہ انسان کا ابتدائی دور موجودہ دور سے بہت بہتر تھا۔ یہ خیال بھی باطل ہے کہ علم ایک جامد شے ہے۔ اسلام کے نزدیک پہلے بنی نوع انسان کے پاس علم کم تھا مگر رفتہ رفتہ اس کا علم بڑھتا گیا۔ اسی بنا پر اسے قرآن کریم نے اس دعا کی تلقین کی ہے کہ:

رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا (طٰہٰ: ۲۰/۱۱۴) — اے میرے رب! میرے علم میں اضافہ کر۔

بعد کے دور میں مسلمانوں نے علوم و فنون میں جو غیر معمولی ترقی کی اس سے کون واقف ہے[۵]

"الشریعۃ فی القرآن" میں اس کا ذکر ہے کہ اصول شریعت کی بنیاد مساوات عدل اور آزادی پر رکھی گئی ہے۔ چنانچہ دنیا کے تمام انسانوں کے ساتھ عدل و انصاف کا معاملہ کیا جائے گا، اگر اپنے اوپر بھی اس کی زد پڑتی ہو تب بھی عدل و انصاف پر قائم رہنا چاہیے۔

"الحکومۃ فی القرآن" میں بتایا گیا ہے کہ اسلامی حکومت کی بنیاد عدل پر ہوگی۔ ایک صالح شخص کو بذریعہ انتخاب حکومت کی ذمہ داری سپرد کی جائے گی اور مسلمانوں

کے تمام امور و مسائل باہمی مشورے سے طے ہوں گے[۶]

اس کے بعد "الجہاد فی نظر القرآن" میں بتایا گیا ہے کہ قتل و غارت گری اور دنیا سے شر و فساد کے ازالہ کے لیے جہاد کی ضرورت ناگزیر ہے، چنانچہ فرمایا:

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ (البقرہ: ۲/۲۵۱) — اگر اس طرح اللہ انسانوں کے ایک گروہ کو دوسرے گروہ کے ذریعہ سے ہٹاتا نہ رہتا تو زمین کا نظام بگڑ جاتا۔

اس طرح کو دفاع، قیام عدل اور انسداد ظلم کے لیے جنگ جائز قرار دی گئی ہے تاہم دشمنوں کے بچوں، کمزوروں اور سپر ڈال دینے والوں کو قتل کرنا منع ہے[۷]

"العبادات فی نظر القرآن" میں فرید وجدی نے بتایا ہے کہ اسلام میں عبادات کا دائرہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور قربانی ہی تک محدود نہیں ہے بلکہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور جسمانی اور روحانی دونوں قسم کے تقاضوں کو پورا کرنا بھی عبادت ہے[۸]۔

"المعجزات فی القرآن" میں بتایا گیا ہے کہ قرآن مجید نے حضرت ابراہیمؑ کے آگ میں نہ جلنے، لاٹھی کے سانپ بن جانے اور حضرت عیسیٰؑ کے مردوں کو زندہ کر دینے وغیرہ کا ذکر بطور معجزہ کیا ہے لیکن فرید وجدی کہتے ہیں کہ قرآن مجید کا اصل معجزہ اسکی تاثیر، دلنشینی اور ذہن انسانی کی تسخیر اور نفوس و قلوب کو اپنا والہ و شیدا بنا لینا ہے[۱۰]

"الناسخ والمنسوخ فی القرآن" میں بتایا گیا ہے کہ قرآن کریم کی منسوخ آیتوں کی بنا پر اس کے مخالفین یہ استدلال کرتے ہیں کہ وہ نعوذ باللہ اللہ کا کلام نہیں ہو سکتا کیونکہ اللہ کا حکم ثابت اور اٹل ہوتا ہے، فرید وجدی نے اس کا مدلل اور معقول جواب دیا ہے[۱۱]

"الولایۃ والکرامۃ" پر بحث کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ اولیاء اللہ کو نہ کوئی خوف ہوتا ہے اور نہ کوئی غم، وہ خدا پر بھروسہ کرتے ہیں اور اس کے غیظ و غضب سے ڈرتے ہیں۔ خوارق و کرامات کا ظہور ولایت و کرامت کی شرط نہیں ہے۔ اولیاء کی قبروں پر گنبد بنانے اور ان سے استمداد و اعانت کو فرید وجدی نے ناجائز بتایا ہے۔[13]

"الشفاعۃ والتوسل فی نظر القرآن" میں شفاعت و توسل کے متعلق قرآنی نظریہ کی وضاحت کی گئی ہے اور اس ضمن میں یہ آیت بھی پیش کی گئی ہے کہ،

كَمْ مِنْ مَلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا (النجم: ۵۳/۲۶)[13] — آسمانوں میں کتنے ہی فرشتے موجود ہیں جن کی شفاعت کچھ کام نہیں آسکتی۔

"القضاء والقدر فی نظر القرآن" میں فرید وجدی نے اس پہ روشنی ڈالی ہے کہ کائنات خدا کے بنائے ہوئے ایک مخصوص و مستحکم نظام کے مطابق چل رہی ہے۔ انسان بھی اللہ کے حکم کے بغیر کچھ نہیں کر سکتا، فرمایا:

قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ (النساء: ۴/۷۸) — کہو سب کچھ اللہ ہی کی طرف سے ہے۔

اس سے یہ خیال ہوتا ہے کہ دنیا میں انسان اپنے اعمال کا ذمہ دار نہیں ہے، فرید وجدی اس طرح کی لایعنی بحث میں نہ پڑنے کی تلقین کرتے ہیں اور انسان کو اسکی دعوت دیتے ہیں کہ وہ خالق سے اپنے تعلق پر غور و خوض کرے، یہ دیکھے کہ دنیوی اعمال کا آخرت میں کیا اثر مرتب ہوگا اور دنیا میں شر کے پائے جانے کا سبب کیا ہے اور اسکا کائنات کی کیا غرض و غایت ہے۔[14]

اس کے بعد باب "النعیم والعذاب الاخرویان" ہے یعنی دنیا میں نیک کام کرنے والوں سے آخرت میں اللہ کا وعدہ ہے کہ انہیں جنت ملے گی۔ کچھ لوگوں کا خیال

ہے کہ جنت کوئی مادی شے نہیں ہے بلکہ یہ روحانی شے ہے۔ مگر فرید وجدی جنت کے جسمانی ہونے کے قائل ہیں، وہ اسے صالحین کی آرام گاہ اور جہنم کو بدکاروں کا ٹھکانہ بتاتے ہیں۔[15]

اس کتاب کے آخری باب "جمع القرآن" میں قرآن کریم کے متعلق بتایا گیا ہے کہ وہ دنیا کے لیے ابدی ہدایت ہے، جو ہمیشہ تحریف و تبدیل سے محفوظ رہے گی کیونکہ خداوند قدوس نے اس کے تحفظ کی ذمہ داری خود اپنے ذمہ لی ہے۔ مکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کا نزول شروع ہوا اور تیئس [۲۳] سال اور ایک قول کے مطابق بیس [۲۰] سال میں پورا قرآن مجید نازل ہوا۔ اس کی سب سے پہلی سورہ "اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ" غار حرا میں نازل ہوئی۔ آیات قرآنی کے نزول کے بعد آپؐ متعدد صحابہ کرامؓ اور خلفائے راشدینؓ کو انہیں لکھنے کا حکم دیا کرتے تھے اور وحی الٰہی کے مطابق ان کی ترتیب قائم کرتے تھے۔ جمع قرآن کا کام آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک ہی میں انجام پا چکا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ کے دور خلافت میں جب بکثرت حفاظ شہید ہوئے تو قرآن کریم کو مجلد صورت میں جمع کیا گیا اور جب فتوحات کا دائرہ وسیع ہوا تو حضرت عثمانؓ نے حضرت ابوبکرؓ کے نسخہ کی کاپیاں کرا کے انہیں مختلف علاقوں میں بھجوایا۔ یہ قریش کے لہجہ کے مطابق تھا اور اس سے انکا مقصد یہ تھا کہ اختلاف قرأت سے آئندہ لوگوں کو پریشانی نہ ہو۔ فرید وجدی نے صحابہ کرامؓ کے مابین قرأت کے اختلاف اور ان کے مختلف مکاتب کے علاوہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد: انزل القرآن علی سبعۃ احرف یعنی قرآن کریم کا نزول سات لہجوں میں ہوا ہے۔ پر بھی بحث کی ہے۔[16]

فرید وجدی کی یہ کتاب قرآنیات میں ایک مفید اضافہ ہے۔ جو کئی پہلوؤں سے قابل قدر ہے۔

"نشان قرآن" قرآن مجید ہی کے موضوع پر ان کی یہ کتاب بھی ہے، یہ دراصل وہ مضمون ہے جو ان کی مرتب کردہ دائرۃ المعارف میں شامل ہے، جس کا ذکر آگے آئیگا۔ اس کی اہمیت کی وجہ سے اس کا اردو ترجمہ بھی کیا گیا ہے، اس میں قرآن مجید کی کتابت و تدوین اور اس کے تحریف و تبدیل سے پاک ہونے اور کے اعجاز اور وجوہ اعجاز پر بحث و گفتگو کی گئی ہے۔ چونکہ اس کی اکثر بحثوں کا ذکر اس سے پہلے والی کتاب کے ضمن میں ہو چکا ہے۔ اس لیے یہاں صرف اعجاز کے متعلق ان کا نقطۂ نظر بیان کیا جاتا ہے۔

اعجاز قرآن کے باب میں علماء کے مختلف اقوال ہیں ایک جماعت کا خیال ہے کہ قرآن مجید کا اعجاز اس لحاظ سے ہے کہ اس کا اسلوب انسانی کلام کے اسلوب سے بالکل مختلف ہے، کوئی انسان ایسا کلام پیش کرنے سے عاجز ہے، دوسری جماعت کا خیال یہ ہے کہ قرآن مجید تضاد و تناقض سے پاک ہے اور کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ قرآن مجید غیب کی خبریں بتاتا ہے۔ اس کی فصاحت و بلاغت کو بھی اعجاز قرآن قرار دیا گیا ہے، فرید وجدی کہتے ہیں کہ قرآن کریم کا اصل اعجاز یہ ہے کہ وہ نفوس انسانی پر اپنا غیر فانی نقش بیٹھا دیتا ہے۔ یقیناً بلاغت کا اثر نفس انسانی پر پڑتا ہے۔ لیکن ایک بلیغ کلام کو بار بار سننے سے اس کا لطف و اثر رفتہ رفتہ زائل ہونے لگتا ہے، اس کے برعکس قرآن مجید کی تلاوت جس قدر کثرت سے کی جائے اسی قدر اس کی تاثیر میں اضافہ ہوتا جاتا ہے، ارشاد ربانی ہے:

وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا — اور اسی طرح ہم نے اپنے حکم سے

مِّنْ اَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِیْ — ایک روح تمہاری طرف

مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ۔ (الشوریٰ: ۴۲/۵۲) — وحی کی ہے، تمہیں کچھ پتہ نہ تھا کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا ہے۔

قرآن کریم کے روحانی وحی ہونے سے لازماً یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہ جن و انس کے کلام سے بالاتر ہے۔ چنانچہ سارے جن و انس مل کر بھی قرآن مجید کی ایک چھوٹی سورۃ یا اس کی ایک آیت بھی نہیں پیش کر سکتے۔

المصحف المفسر: فرید وجدی کی قرآنی خدمات میں ایک اہم چیز انکی تفسیر قرآن بھی ہے، اس کے آغاز میں ایک مقدمہ ہے جس میں اس تفسیر کی غرض و غایت پر روشنی ڈالی گئی ہے، سب سے پہلے قرآن کریم کی اہمیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ یہ مشعل ہدایت اور دنیا و آخرت میں نجات دہندہ ہے، اس نے بہت سے مستور حقایق کو وا کر دیا، اس کی وجہ سے علوم و فنون وجود میں آئے۔

فرید وجدی نے ۱۳۲۳ھ میں جب قرآن مجید کا مطالعہ طلب ہدایت کے لیے تفکر و تدبر کے ساتھ کرنا شروع کیا تو انہیں تفسیروں کا مطالعہ بھی کرنا پڑا لیکن اپنی گوناگوں علمی مشغولیتوں کی وجہ سے طویل و ضخیم تفسیروں سے استفادہ ان کے لیے ناممکن تھا، وہ ایسی تفسیر کے جویا تھے جو کم سے کم وقت میں انہیں اصول تفسیر اور الفاظ کے مفاہیم و معانی سے واقف کرا دے اور جس میں فنی مسائل سے بحث نہ ہو مگر نزول آیات کے اسباب بتائے گئے ہوں، اس کی وجہ سے انہیں خود قرآن کریم کی تفسیر لکھنے کا خیال ہوا جس کو اللہ کی مدد سے انہوں نے پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔

یہ تفسیر اپنی نوعیت کے لحاظ سے منفرد ہے جو ائمہ مفسرین و اہل سنت کے اقوال پر مبنی ہے۔ لیکن یہ نہ کسی خاص مکتب فکر کی حامل ہے اور نہ اس میں کسی منفرد رائے

کی تائید وحمایت کی گئی ہے۔ جہاں اپنی رائے یا کسی غیر اہل سنت کا خیال بیان کیا گیا ہے
وہاں اس کی صراحت کردی گئی ہے۔

فرید وجدی نے اپنی تفسیر میں لغت پر زیادہ توجہ مرکوز کی ہے، الفاظ کے اصول و
مشتقات بھی بیان کیے ہیں، اگر کوئی لفظ کئی جگہ آیا ہے تو پہلی جگہ اس کی تشریح کردی ہے
اور دوسری جگہوں پر اس کے حوالے دے دیے ہیں۔ تفسیر لکھنے کا اصل مقصد قرآن مجید
کے مقاصد اور نور بصیرت کو عام کرنا ہے تاکہ امت قرآن مجید کی حامل و عامل بن کر اپنا کھویا ہوا
وقار دوبارہ حاصل کرے۔[۱۴]

فرید وجدی کے طریقۂ تفسیر کو سمجھنے کے لیے یہاں سورۂ لہب کی تفسیر سے لفظوں کے
مفہوم کی وضاحت کی ایک مثال پیش کی جارہی ہے۔

"تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَّتَبَّ" کا مفہوم یہ ہے کہ ابولہب کی جان چلی گئی اور یقیناً
وہ ہلاک ہوگیا۔ پہلے اس کے حق میں بددعا کی گئی ہے اس کے بعد اس کی ہلاکت کی
خبر دی گئی ہے۔ تَبَّ تَبًّا کا مفہوم ہلاک ہونا ہوتا ہے۔ يَدَا أَبِي لَهَبٍ سے
مراد ابولہب کی جان ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے "وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى
التَّهْلُكَةِ" ان کے نزدیک یہاں أَيْدِيكُمْ جان کے مفہوم میں ہے۔ آگے سَيَصْلَىٰ
نَارًا سے مراد آگ میں داخل ہونا ہے اور "حَمَّالَةَ الْحَطَبِ" کا مطلب جہنم کا ایندھن
ہے۔ "فِي جِيدِهَا" میں جید کے معنی گردن ہے اور "حَبْلٌ مِّن مَّسَدٍ" کا مطلب
بٹی ہوئی رسی ہے"۔

اس کے بعد آیات کا یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ ابولہب کی ہلاکت ہو، یقیناً وہ
ہلاک ہوگیا۔ اس کا مال و دولت اور اس کی شان و شوکت اس کے کچھ کام نہ آئے گی۔

عنقریب دہکتی ہوئی آگ میں اسے ڈال دیا جائے گا، اس کی بیوی وہاں جہنم کا ایندھن لیے
کھڑی ہوگی، اس کی گردن میں بٹی ہوئی رسی پڑی ہوگی۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ جس وقت آیت "وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ"
نازل ہوئی تو آپ نے اپنے اعزہ کو انذار کے لیے جمع کیا۔ اس مجمع میں ابولہب نے
آپ کی دعوت کو سننے کے بعد کہا کہ تمہارا برا ہو اور اس نے آپ کو مارنے کے لیے پتھر
اٹھایا، اس کی عورت بھی پتھر اٹھائے ہوئے تھی۔ جب کہ دونوں میں شدید خصومت تھی۔[۱۵]

یہ پہلے بتایا جاچکا ہے کہ فرید وجدی آیتوں کے اسباب نزول پر بھی خاص توجہ دیتے
ہیں کیونکہ اگر ان کے نزول کا صحیح سبب معلوم ہوجائے تو بہت سی گتھیاں سلجھ جاتی ہیں،
اس لیے تفسیر قرآن کریم میں اس کی بڑی اہمیت ہے۔ یہاں فرید وجدی کی تفسیر سے اس کی
صرف دو مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

انھوں نے سورۂ بقرہ کی آیت ۲۱۵ "يَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنفِقُونَ" کا سبب نزول
یہ بتایا ہے کہ عمرو بن الجموح نے جو بہت دولتمند تھے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا
کہ ہم اپنے اموال میں سے کیا اور کہاں خرچ کریں؟ تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں
خرچ کی جگہوں کی تعیین کردی گئی ہے۔ یعنی والدین، مستحق اقربا اور یتیم و مسکین اور مسافر وغیرہ۔[۱۶]

سورۂ آل عمران کی آیت "فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنكُم
مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ الخ" اس وقت نازل ہوئی تھی جب حضرت ام سلمہؓ نے آنحضور صلی اللہ
علیہ وسلم سے سوال کیا تھا کہ یا رسول اللہ! ہجرت کے بیان میں اللہ تعالیٰ نے صرف مردوں
کا ذکر کیا ہے، عورتوں کا ذکر اس میں نہیں ہے، پس یہ آیت اتری جس سے معلوم ہوا کہ
اللہ تعالیٰ مرد و عورت میں سے کسی کے عمل کو ضائع نہیں کرتا۔[۱۷]

زید وجدی کی یہ تفسیر عام لوگوں کے لیے اس لحاظ سے بہت مفید ہے کہ اس میں دقیق اور پیچیدہ فلسفیانہ مسائل اور تعدد وکثرت اقوال بیان کرنے سے پرہیز کیا گیا ہے۔

کنز العلوم واللغۃ کو ترتیب دینے کے بعد وہ چار سال تک دائرۃ المعارف کے لیے مواد اکٹھا کرتے رہے، یہ ۹ جلدوں پر مشتمل ہے جن کے مجموعی صفحات ۸۴۲۰ ہیں، یہ کام انھوں نے تن تنہا انجام دیا تھا، اس سے ان کی محنت شاقہ کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

اس مضمون میں اسلامی و قرآنی موضوعات سے متعلق فرید وجدی کی ۹ تصانیف پر بحث و تبصرہ کیا گیا ہے۔ ادب و فلسفہ سے متعلق ان کی تصانیف ہم کو دستیاب نہیں ہو سکیں اس لیے ان کے بارے میں یہاں کوئی اظہار خیال نہیں کیا گیا تاہم انکی مذہبی کتابیں بھی ادبی اور فلسفیانہ رنگ سے خالی نہیں ہیں۔

حواشی

۱؎ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: محمد فرید وجدی۔ مقدمہ صفوۃ العرفان فی تفسیر القرآن مطبعۃ الشعب مصر ۱۳۲۱ھ ص ۴ تا ۱۳ ۲؎ ایضاً ص ۱۵۲ - ۱۵۴ ۳؎ ایضاً ص ۱۵۵ - ۱۵۷ ۴؎ ایضاً ص ۱۵۹، ۱۶۰ ۵؎ ایضاً ص ۱۶۰ - ۱۶۲ ۶؎ ایضاً ص ۱۶۲ - ۱۶۳ ۷؎ ایضاً ص ۱۶۶ ۸؎ ایضاً ص ۱۶۶ - ۱۶۷ ۹؎ ایضاً ص ۱۶۸ - ۱۶۹ ۱۰؎ ایضاً ص ۱۶۹ - ۱۷۰ ۱۱؎ تفصیل کے لیے دیکھیے حوالہ سابق صفحات ۱۷۰، ۱۷۲ ۱۲؎ ایضاً ص ۱۷۲ - ۱۷۳ ۱۳؎ ایضاً ص ۱۷۴ ۱۴؎ ایضاً ص ۱۷۵ - ۱۷۶ ۱۵؎ وضاحت کے لیے دیکھیے ایضاً ص ۱۷۶ - ۱۷۹ ۱۶؎ ایضاً ص ۱۷۹ - ۱۸۱ ۱۷؎ وضاحت کے لیے دیکھیے فرید وجدی کی تفسیر کا مقدمہ (المصحف المفسر)۔ محمد فرید وجدی الطبعۃ السادسۃ۔ مطبع محمد علی صبیح، مصر ۱۹۵۳ء ۱۸؎ المصحف المفسر، ص ۸، ۱۴ ۱۹؎ ایضاً ص ۴۴ ۲۰؎ ایضاً ص ۱۰۰۔

اردو میں مستعمل قرآنی امثال

از

ڈاکٹر شمس بدایونی

اردو میں عربی فارسی کے بے شمار فقرے، جملے، مقولے، مصرعے اور اشعار وغیرہ بطور ضرب الامثال مستعمل ہو کر جزء زبان ہو گئے ہیں۔ خصوصاً فارسی امثال کی تعداد کثیر ہے۔ ایک اندازے کے مطابق یہ پندرہ سو[۱۵] کے قریب ہیں۔ اور عربی امثال کی تعداد بھی تقریباً تین سو[۳۰۰] ہے، جن میں بڑا حصہ آیات واحادیث پر مشتمل ہے۔ اس مضمون میں آیات کے ان ٹکڑوں کو یکجا کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو اردو میں ضرب المثل کے طور پر مستعمل ہیں۔ آیتوں کے ترجمے اور حوالے بھی دیئے گئے ہیں اور محل استعمال کی وضاحت بھی کر دی گئی ہے۔ انتخاب میں وہی آیتیں دی گئی ہیں جو اردو میں بطور مثل مروج ہیں۔

ان امثال کی ترتیب لغوی انداز پر باعتبار حروف تہجی رکھی گئی ہے۔ آیتیں لکھنے میں عربی کے بجائے اردو املا اختیار کیا گیا ہے۔ ترجمے کے علاوہ امثال کی کسی قدر تشریح بھی کر دی گئی ہے اور کہیں کہیں مزید وضاحت کیلئے مثالیں بھی پیش کی گئی ہیں۔

استغفر اللہ خدا سے مغفرت چاہتا ہوں (سورۃ البقرہ: ۲، آیت ۱۹۹)

جب کوئی برا کام ہوتے دیکھتے ہیں، یا بری آواز کان میں آتی ہے۔ تب یہ کلمہ بول کر اس کام یا بات سے اپنی برأت کا اظہار کرتے ہیں، "خدا معاف کرے" کے معنی میں بھی مستعمل ہے۔

اسفل سافلین سب نیچوں سے نیچ۔ (التین: ۵)

کسی خاص شخص کی برائی اور تنقیص مقصود ہو تو اسکے لئے یہ کلمہ بولا جاتا ہے چنانچہ کسی شخص سے بچنے کی تلقین مقصود ہو تو کہا جاتا ہے کہ۔ ایسے اسفل سافلین سے بچنا ہی بہتر ہے۔

اعوذ باللہ میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں (البقرۃ: ۶۷)

یہ اردو میں "اللہ کی پناہ" کے ہم معنی اور اس وقت استعمال ہوتا ہے۔ جب کسی چیز سے خوف یا نفرت و بیزاری کا اظہار مقصود ہوتا ہے یا اس کی شدت و ہولناکی دکھانی ہوتی ہے۔

الحمد للہ تمام تعریفیں اللہ ہی کیلئے ہیں۔ (الفاتحہ: ۱)

اطمینان قلب، خوشی اور تشکر کے اظہار کے موقع پر بولا جاتا ہے۔

الفتنۃ اشد من القتل فتنہ قتل سے بھی شدید تر ہے (البقرۃ: ۱۹۱)

انتشار و فتنہ کی مذمت کیلئے بولتے ہیں۔

اللہ اکبر اللہ سب سے بڑا ہے۔ (العنکبوت: ۴۵)

حیرت و استعجاب کے موقع پر یہ کلمہ بولتے ہیں۔

الا ماشاء اللہ سوائے اسکے جو اللہ چاہے۔ (الاعلیٰ: ۷)

کسی کام کو کلیتاً اللہ تعالیٰ کی رضا سے متعلق کر دینے کے مفہوم میں یہ کلمہ بولا جاتا ہے مثلاً: تم اس معاملہ میں کامیاب نہیں ہو سکتے "الا ماشاء اللہ"

ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم تم میں اللہ کے نزدیک سب سے باعزت وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔ (الحجرات: ۱۳)

جاہ و منصب اور نسب وغیرہ جھوٹے اور خود ساختہ انسانی معیارِ عظمت و شرف کی نفی کے طور پر بولا جاتا ہے۔

ان اللہ علیٰ کل شیٔ قدیر بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے (البقرۃ: ۲۰)

عاجزی اور اظہار بے بسی کیلئے یا کسی حیرت انگیز چیز کے وقوع پر یا کامیابی کی توقع و امید کیلئے یہ کلمہ بولتے ہیں۔

ان اللہ علیم بذات الصدور اللہ دلوں کے پوشیدہ راز تک جانتا ہے (آل عمران: ۱۹۱)

جب کسی شخص یا کسی بات پر رائے قائم کرنے کے باوجود بے یقینی کی کیفیت باقی رہتی ہے تو اس وقت کہا جاتا ہے کہ دل کا حال تو اللہ ہی جانتا ہے۔

ان اللہ مع الصابرین یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے (البقرۃ: ۱۵۳)

صبر کی تلقین کرتے وقت یا صبر کا اظہار کرتے وقت یہ کلمہ بولتے ہیں۔

ان اللہ یحب المحسنین اللہ محسنوں کو پسند کرتا ہے۔ (البقرۃ: ۵۳)

جب کسی احسان یا احسان کرنے والے کا ذکر گفتگو یا تحریر میں آتا ہے اس وقت تعریف کے طور پر یہ کہتے ہیں بعض اوقات حسن طلب کے موقع پر بھی یہ بولا جاتا ہے۔ جو ایک مؤثر انداز ہے

انا للہ وانا الیہ راجعون ہم اللہ ہی کے ہیں اور اسی کی طرف ہمیں پلٹ کر جانا ہے۔ (البقرۃ: ۱۵۶)

عموماً موت کی خبر سن کر بلکہ ہر بری خبر سن کر بھی یہ کلمہ بولا جاتا ہے۔

انما المومنون اخوۃ مومن تو ایک دوسرے کے بھائی ہیں (الحجرات: ۱۰)

آپس کی بھائی چارگی، یگانگت اور محبت کے اظہار کیلئے اسکا استعمال ہوتا ہے۔

بسم اللہ اللہ کے نام کے ساتھ شروع کرتا ہوں (النمل: ۳۰)

کسی کام کے آغاز سے پہلے اسکا استعمال ہوتا ہے۔ اور کبھی کسی کام کی طرف پیش قدمی کیلئے اشارۃً بھی اسکا استعمال ہوتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ (النمل: ۳۰)

اسلام کی یہ عام تعلیم ہے کہ ہر کام کا آغاز اللہ تبارک و تعالیٰ کے نام نامی سے کیا جائے تاکہ اس میں برکت بھی ہو اور وہ درست بھی ہو۔ اسی خیال کے تحت اسکا استعمال کرتے ہیں۔

بعضکم لبعض عدو تم ایک دوسرے کے دشمن ہو (البقرۃ: ۳۶)

جب سوسائٹی کے افراد کی اخلاقی پستی کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہو تو اس کا استعمال کرتے ہیں۔

تعز من تشاء وتذل من تشاء وہ جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے۔ (آل عمران: ۲۶)

جب عزت و ذلت زیر گفتگو ہو یا کوئی شخص ان میں سے کسی ایک سے ہمکنار ہوا ہو یا کوئی منصوبہ بند کام ہو جس میں عزت و سرفرازی یا ذلت و ناکامی کا اندیشہ ہو تو ان مواقع پر تسلی و تشفی بہم پہنچانے کیلئے اس کلمہ کا استعمال کیا جاتا ہے۔

حسبنا اللہ و نعم الوکیل ہمارے لئے اللہ کافی ہے اور وہی بہترین کارساز ہے۔ (آل عمران: ۱۷۳)

خدا پر توکل کے اظہار کیلئے بولتے ہیں۔

ختم اللہ علی قلوبہم اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے (البقرۃ: ۷)

جب کوئی شخص حق اور صحیح بات کو نہ مانتے یا اس کی طرف توجہ نہ کرے بلکہ سنی ان سنی کر دے یا رد کر دے تو اس وقت یہ کلمہ بولتے ہیں۔

خسر الدنیا والآخرۃ اس کی دنیا بھی گئی اور آخرت بھی۔ (الحج: ۱۱)

جب کوئی شخص ایسا بے ضرورت کام کرے جس سے نہ دین کی بھلائی ہو نہ دنیا کی یا جسکے کرنے سے دنیا و آخرت خراب ہو رہی ہو تو یہ اس شخص کیلئے اس کا استعمال کیا جاتا ہے۔

ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ (المائدہ: ۵۴)

کسی شخص کی ذاتی عزت و وقار، کامیابی و کامرانی، وصف و قابلیت، وسعت و اختیار یا مالی و ملکی فتوحات کو دیکھ کر اور سن کر یہ کہتے ہیں۔

رب زدنی علما اے پروردگار مجھے مزید علم عطا کر (طہٰ: ۱۱۴)

علم کے تعلق سے یہ ایک دعائیہ کلمہ ہے۔ چونکہ علم کی کوئی حد نہیں ہے اور حصول علم کی راہ میں ایسے بھی مقامات آتے ہیں جن میں عالم کو اپنی کم علمی کا احساس ہونے لگتا ہے تو اس وقت وہ اس کلمہ کو ادا کر کے اپنے قلب کو سکون دیتا ہے۔

رضی اللہ عنہ اللہ ان سے راضی ہو۔ (البینۃ: ۸)

قرآن میں عنہ کی جگہ عنہم استعمال ہوا ہے۔ یہ ایک دعائیہ فقرہ ہے جو مخصوص طور سے صحابہ کرام کیلئے مستعمل ہے۔

سبحان اللہ پاک ہے اللہ۔ (الحشر: ۲۳)

اکثر کوئی اچھی چیز دیکھ کر یا اچھی بات اور اچھا شعر سن کر یا لذیذ غذا کھا کر جب اسکی تعریف کرنا مقصود ہو تو اسکا استعمال کرتے ہیں۔ استعجاب اور طنز کرتے وقت بھی یہ بولا جاتا ہے۔

سمعنا و اطعنا ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی (البقرۃ: ۲۸۵)

اظہار اطاعت کیلئے بولتے ہیں۔

صم بکم عمی یہ بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں۔ (البقرۃ: ۱۸)

جب کوئی آدمی پند و نصیحت پر توجہ نہ دے اور حق بات کو سنی ان سنی کر دے صحیح اور درست باتوں اور حقائق کو تسلیم نہ کرے تو ایسے آدمی کیلئے یہ کلمہ بولتے ہیں۔

طوعاً و کرہاً چاروناچار۔ (آل عمران: ۸۳)

یہ الفاظ اس وقت ادا کئے جاتے ہیں جب کسی شخص کو کوئی کام بادل ناخواستہ کرنا پڑتا ہے۔ کبھی کبھی آخر کار کے معنی میں بھی مستعمل ہو جاتا ہے۔ اردو میں اسکا مفہوم چاروناچار سے بھی کیا جاتا ہے۔

عٰلم الغیب والشہادۃ وہ غیب وشہادت ہر چیز کا جاننے والا ہے۔ (الانعام: ۷۳)

انسان کی واقفیت کی ایک حد ہے۔ جب وہ حد ختم ہو جاتی ہے اور ناواقفیت کی حد شروع ہو جاتی ہے۔ اس وقت اس کلمہ کا استعمال کیا جاتا ہے۔ بالفاظ دیگر یہ کلمہ انسان اپنی نا واقفیت کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کے بیکراں علم کے اقرار میں بولتا ہے۔

علّم الانسان مالم یعلم انسان کو وہ علم دیا جسکو وہ جانتا نہ تھا (علق: ۵)

انسان کی بنیادی جہالت اور علم کے وہبی ہونے کے اظہار کیلئے بولتے ہیں۔

فاعتبروا یااولی الابصار: عبرت حاصل کرو اے دیدۂ بینا رکھنے والو (حشر: ۲)

جس واقعہ یا بات سے عبرت ونصیحت کا پہلو نکلتا ہو۔ اس واقعہ یا بات کو سن کر یا بیان کر کے یہ فقرہ بولتے ہیں۔

فضلنا بعضہم علیٰ بعض: ہم نے ایک کو دوسرے سے بڑھ چڑھ کر مرتبے عطا کئے (البقرہ ۲۵۳)

جب تقابل کے ساتھ کسی کی فضیلت بیان کرنا مقصود ہو یا کبھی اس معنی میں بھی یہ بولا جاتا ہے کہ دنیا میں فضیلت کے اعتبار سے ایک سے بڑھ کر ایک ہے۔

کل من علیہا فان: ہر چیز جو اس زمین پر ہے فنا ہو جانے والی ہے۔ (رحمٰن: ۲۶)

جب دنیا کی بے ثباتی کا ذکر ہو تو اس آیت کا استعمال ہوتا ہے۔

کل نفس ذائقۃ الموت: ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔ (آل عمران: ۱۸۵)

موت کے یقینی ہونے پر یہ فقرہ دلالت کرتا ہے یعنی ہر ذی حیات شئے کو فنا ہے۔

لاالٰہ الا اللہ : اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں (الصّٰفّٰت: ۳۵)

جب تمام طاقتوں، قوتوں اور معبودوں کی نفی کی جارہی ہو تب اثبات نفی کیلئے اس کا استعمال کرتے ہیں مسلمانوں کے کلمہ طیبہ کا بھی یہ پہلا جزء ہے۔

لاتقنطوا من رحمۃ اللہ: اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ (الزمر: ۵۳)

ناامیدی سے بچنے اور پرامید رہنے کی تلقین کیلئے اسکا استعمال کرتے ہیں۔

لایکلف اللہ نفساً الا وسعہا: اللہ کسی متنفس پر اس کی مقدرت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔ (البقرہ: ۲۸۶)

لعنت اللہ علی الکاذبین: جھوٹے پر خدا کی لعنت ہو۔ (آل عمران: ۶۱)

جب کسی جھوٹ یا جھوٹے شخص کا ذکر چل رہا ہو اس وقت اظہار تنفر کے طور پر یہ بات کہتے ہیں۔ کبھی اپنی صداقت کو معتبر کرنے کیلئے بھی اسکا استعمال کرتے ہیں۔

لکم دینکم ولی دین: تمہارے لئے تمہارا دین ہے اور میرے لئے میرا دین (کافرون ۶)

جب دو افراد یا قوموں کے متضاد خیالات وعقائد زیر بحث ہوں اور نتیجہ برآمد نہ ہوتا ہو تب اسکا استعمال کرتے ہیں۔ یعنی تم اپنے دین پر اور میں اپنے دین پر۔

لیس للانسان الا ما سعیٰ: انسان کیلئے کچھ نہیں ہے مگر وہ جسکی اس نے سعی کی۔ (النجم: ۳۹)

انسان دنیا میں جو کچھ حاصل کرتا ہے وہ اپنی ذاتی کوشش اور جدوجہد ہی سے کرتا ہے۔ اس خیال کے اظہار کے موقع پر یہ کہا جاتا ہے۔

ماشاء اللہ : اللہ نے جو کچھ چاہا۔ (الانعام: ۲۸)

کسی چیز، کسی واقعہ یا کسی خبر کو دیکھ کر یا سن کر اسے سراہنے کیلئے بولتے ہیں۔ مثلاً ماشاء اللہ آپ کا بچہ بڑا ذہین ہے۔

نصر من اللہ و فتح قریب : اللہ کی طرف سے نصرت اور جلد حاصل ہونے والی فتح ۔ (الصف : ۱۳)

کلمہ دعائیہ ہے جب کسی کو کسی مہم پر رخصت کرتے ہیں تو یہ کہہ کر رخصت کرتے ہیں مسلمان عام طور پر اسے اپنی سواریوں پر کندہ کراتے ہیں ۔

نور علی نور : روشنی پر روشنی ۔ (النور : ۳۵)

کسی چیز کا حسن یا خوبی بیان کرنا ہو تو اس کا استعمال کرتے ہیں ۔ کبھی یہ طنز کے طور پر بھی بولا جاتا ہے ۔ اور کبھی یہ اس معنی میں بھی مستعمل ہے کہ فلاں چیز اچھی تھی، یہ اس سے بھی بڑھ چڑھ کر ہے ۔

و رفعنا لک ذکرک : تمہارے ذکر کو بلند کیا ۔ (الانشراح : ۴)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک کی عظمت و رفعت کے اظہار کیلئے یہ کہا جاتا ہے ۔

وکفی باللہ شہیدا : اللہ کی گواہی کافی ہے ۔ (النساء : ۷۹)

بعض حالات میں جب آدمی ناامید ہو کر یا اپنے عقیدے کی بنیاد پر خدا کو اپنا گواہ بناتا ہے تب یہ فقرہ بولتے ہیں ۔

لنا اعمالنا ولکم اعمالکم : ہمارے اعمال ہمارے لیے ہیں اور تمہارے اعمال تمہارے لئے ۔ (البقرۃ : ۱۳۹)

ہر شخص اپنے عمل کا خود ذمہ دار ہے ۔ اس حقیقت کے اظہار کے وقت اس جملہ کا استعمال کرتے ہیں ۔ خاص طور پر اس وقت جب آپس کی بحث و تکرار کے بعد کوئی متفقہ فیصلہ برآمد نہیں ہوتا ۔

واللہ اعلم : اور اللہ زیادہ جانتا ہے ۔ (یوسف : ۷۷)

جب کسی بات کے بیان کرنے میں یادداشت اور علم صحیح طور پر ساتھ نہ دے یا محض ظن

اور گمان پر بات کی جائے تو کہہ دیتے ہیں واللہ اعلم ۔ اور کبھی یہ پہلو بھی ہوتا ہے کہ جو کچھ ہمارے علم و واقفیت اور معلومات میں ہے اسے ہم نے بیان کر دیا حقیقت حال سے خدا ہی واقف ہے ۔

واللہ خیر الرّازقین : اور اللہ سب سے اچھا روزی پہنچانے والا ہے ۔ (الجمعۃ : ۱۱)

یہ کلمہ دعائیہ بھی ہے اور رزق کے معاملہ میں خدا پر بھروسہ کرنے اور اسی سے پر امید رہنے کی طرف بھی اس سے اشارہ ہوتا ہے ۔

واللہ یرزق من یشاء بغیر حساب : اور اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب دیتا ہے ۔ (البقرۃ : ۲۱۲)

رشک کے طور پر بولا جاتا ہے مطلب یہ کہ دولت و رزق کی فراوانی خدا کے اختیار میں ہے ۔ وہ جسے چاہے بے حد و حساب دے ۔

ولا خوف علیہم ولا ہم یحزنون : اور نہ وہ خوف کھائیں گے اور نہ وہ غمگین ہونگے (البقرۃ ۶۲)

مومن کے اخروی مقام کے اظہار کی جانب اشارہ ہے ۔

وما توفیقی الا باللہ : اللہ کی توفیق پر ہی میں نے بھروسہ کیا ۔ (ہود : ۸۸)

جب کسی کام کے کرنے کا عزم و ارادہ کیا جائے یا کسی کام میں کامیابی مل چکی ہو تو عزم و ارادہ کی توفیق اور اللہ تعالی کے بھروسے پر کامیابی کے اظہار کیلئے یہ کہا جاتا ہے ۔ اسکے اعلان کا مقصد یہ بھی ہے کہ کوئی کام اس وقت تک پورا نہیں ہوتا جب تک اس کام کو کرنے کی خدا توفیق نہ دے ۔

وما علینا الا البلاغ : ہم پر پیغام پہنچا دینے کے سوا کوئی ذمہ داری نہیں ۔ (الیٰسین : ۱۷)

عموماً تحریر یا تقریر کے خاتمہ کے بعد اس کا استعمال کرتے ہیں ۔ اس سے جہاں قاری یا سامع یہ سمجھ لیتا ہے کہ تحریر یا تقریر ختم ہوگئی وہاں قائل کا مقصد اپنے کو بری الذمہ قرار دینا بھی ہوتا ہے کہ ہم نے تو تمہیں صحیح اور سچی بات بتا دی اب تم چاہے مانو یا نہ مانو ۔

حافظ وظیفۂ تو دعا گفتن است و بس
در بند آں مباش کہ شنید یا نشنید

ہٰذا صراطٌ مستقیم : یہی سیدھا راستہ ہے۔ (آل عمران : ۵۱)

عموماً اسلام کی حقانیت کے اظہار کیلئے اسکا استعمال کرتے ہیں۔

ہٰذا من فضلِ ربی : یہ میرے رب کا فضل ہے۔ (النمل : ۴۰)

اپنی کوششوں کامیابیوں، ترقیوں اور فتوحات کو ذاتی خیال نہ کرتے ہوئے خدا کے فضل کا نتیجہ بتاتے ہوئے یہ بولا جاتا ہے۔ مسلمان عام طور سے اپنے مکانوں پر بھی اس آیت کو کندہ کرا لیتا ہے۔

ھل جزاء الاحسان الا الاحسان : نیکی کا بدلہ نیکی کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔

(الرحمٰن : ۶۰)

یہ الفاظ بالعموم اس موقع پر بولے جاتے ہیں جب یہ جتانا ہوتا ہے کہ ہر حال میں نیکی کا بدلہ نیکی سے دینا چاہیئے۔

ارض القرآن

اس کتاب کے دو حصے ہیں پہلے میں عرب کا قدیم جغرافیہ عاد، ثمود، سبا، اصحاب الایکہ، اصحاب الحجر اور اصحاب الفیل کی تاریخ اس طرح لکھی گئی ہے جس سے قرآن مجید کے بیان کردہ واقعات کی یونانی، رومی، اسرائیلی لٹریچر اور آثار قدیمہ کی تحقیقات سے تصدیق ہوتی ہے۔ دوسرے حصہ میں قرآن مجید میں مذکور قوموں مدین، اصحاب الایکہ، قوم ایوب، بنو اسماعیل، اصحاب الرس، اصحاب الحجر، بنو قیدار، انصار و قریش کی تاریخ اور عرب کی تجارت، زبان اور مذہب پر بحث کی گئی ہے۔

حصہ اول زیر طبع   قیمت حصہ دوم ۔ ۳۰

منیجر

سنسکرت سے ماخوذ عربی۔ فارسی اور اردو کا ادب

از جناب رام لعل نابھوی

"جناب رام لعل نابھوی اردو کے مشہور اہل قلم ہیں، زیر نظر مضمون میں انھوں نے سنسکرت سے ماخوذ یا ترجمہ کی گئی اردو، فارسی اور عربی کتابوں کی فہرست بڑی محنت و جانکاہی سے تیار کی ہے، مہا بھارت، گیتا اور یوگ واشسٹ سے متعلق کتابوں پر انکے مضامین پہلے چھپ چکے ہیں اس لیے ان کا تذکرہ زیر نظر مضمون میں نہیں ہے۔ (معارف)

سنسکرت سے عربی میں تراجم (۱) سنسکرت سے عربی میں حسب ذیل علوم کی کتابیں نقل کی گئیں۔ حساب۔ نجوم۔ طب۔ ہیئت۔ اخلاق۔ افسانے اور کہانیاں۔ سیاست اور سلطنت۔ لہو و لعب[1] (۲) یحییٰ بن خالد برمکی نے ایک فرستادہ کو ہندوستان اس غرض سے بھیجا کہ وہ وہاں جاکر ہندوستان کی جڑی بوٹیاں لائے۔

(۳) اور ایک وید کو سرکاری دار الترجمہ میں اس لیے مقرر کیا کہ وہ سنسکرت کی طبی کتابوں کا ترجمہ عربی میں کرائے۔

عربی وید

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف / مترجم	مطبوعہ / غیر مطبوعہ	تاریخ مخطوطہ	سال طباعت / نام پریس	صفحات	سائز	منظوم / منثور	کیفیت

اس سلسلہ کی کتابوں کی تلاش جاری ہے۔

[1] عرب و ہند کے تعلقات از سید سلیمان ندوی ص ۱۴۶۔

فارسی وید

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف مولف	مطبوعہ غیر مطبوعہ	تاریخ قلمی	سال نام پریس	صفحات	سائز	منظوم منثور	کیفیت
۱	اتھربن وید	فیضی							دیکھئے دربار اکبری از محمد حسین آزاد
۲	رگ وید	ڈاکٹر ایس اے رضا جلالی نینی							دیکھئے مضمون سومناتھ ور پروفیسر ٹریبون چنڈی گڑھ مورخہ میں۔
۳	مخازن اسرار	ناشناس گرفتہ شدہ از "وید"							دیکھئے فہرست مشترک نسخہ ہائے خطی فارسی پاکستان جلد چہارم ص ۲۱۵۲

اردو وید

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف مولف	مطبوعہ غیر مطبوعہ	تاریخ قلمی	سال نام پریس	صفحات	سائز	منظوم منثور	کیفیت
۱	الکھ پرکاش	کنھیا لال	مطبوعہ		۱۸۶۱ گیان پریس آگرہ				داراشکوہ کے فارسی ترجمہ سر اکبر سے اردو میں الکھ پرکاش کے نام سے ترجمہ کیا۔
۲	رگوید سنگھتا حصہ اول	ماسٹر لچھمن داس			۱۸۷۳				دیکھئے زبان وادب اپریل ۱۹۷۶ء صفحہ ۲۷
۳	رگوید آدی بھاشیہ بھومیکا	رام جگن ناتھ اور جگیہ رائے	مطبوعہ		۱۸۹۸				ایضاً
۴	سام وید	آنند سروپ	״		۱۸۹۷ ودیا ساگر پریس				ایضاً

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف مولف	مطبوعہ غیر مطبوعہ	تاریخ مخطوطہ	سال نام پریس	صفحات	سائز	منظوم منثور	کیفیت
۵	یجروید کی تفسیر	دھرمپال	مطبوعہ		۱۹۲۰ روز بازار سٹیم پریس				دیکھئے زبان وادب اپریل ۱۹۷۶ء ص ۲۷۔
۶	رگوید آدی بھاشیہ بھومیکا۔	نہال سنگھ	״						اور نیشنل ببلیوگرافی آف انڈین لٹریچر چوتھی جلد صفحہ ۴۴۴، ساہتیہ اکادمی دیکھئے زبان وادب اپریل ۱۹۷۶ء ص ۲۷
۷	رگوید	مولوی ولایت علی							ایضاً
۸	رگوید	بشیر احمد							״
۹	یجروید اور دوسرے	خلیل احمد معروف							״
	ویدوں کے منتروں کا ترجمہ	خلیل داس							
۱۰	تحقیق کا منتر	اثر لکھنوی						منظوم	״
۱۱	رگوید سنگھتا اشٹک	ماسٹر لچھمن داس مترجم			دہلی ۱۸۷۳				دیکھئے فہرست کتب اردو پنجاب پبلک لائبریری لاہور صفحہ ۱۷۸۔
۱۲	خلاصہ چار وید	کنھیا لال الکھ دھاری			آگرہ			״	״ ״

نمبر	نام کتاب	نام مصنف مولف	مطبوعہ غیر مطبوعہ	تاریخ مخطوط	سال نام پریس	صفحات	سائز	منظوم منثور	کیفیت
۱۳	سام وید حصہ اول	آشوورام آریہ	مطبوعہ		آریہ آفسٹ پریس دہلی ۱۹۸۸	۵۴۰	ڈیمائی	نثر	کتب خانہ نابھوی
۱۴	یجر وید حصہ اول	"	"		ہند سماچار پریس ۱۹۸۴	۴۳۷	"	"	" " "
۱۵	یجر وید	نامعلوم	"		نگم پرکاش دہلی ۱۸۹۹ء	۶۴۲	"	"	" " "
۱۶	یجر وید اردو ترجمہ								کیدارناتھ اینڈ سنز بک ایجنٹ پروپرائٹر اخبار سوداگر میرٹھ اشتہار کتاب دیباچہ الکھ پرکاش
۱۷	سام وید								بشرح صدر
۱۸	یجر وید اردو ترجمہ	عبدالحق ودیارتھی			احمدیہ انجمن اشاعت اسلام ۱۹۲۷	۲۴۰			دیکھئے نیشنل ببلیوگرافی آف انڈین لٹریچر ساہتیہ اکاڈمی، صفحہ ۴۴۴۔

عربی پوران

تلاش جاری ہے۔

فارسی پوران

نمبر	نام کتاب	نام مصنف مولف	مطبوعہ غیر مطبوعہ	تاریخ مخطوط	سال نام پریس	صفحات	سائز	منظوم منثور	کیفیت
۱	ہرنبس پوران	مولانا تبریزی							دیکھئے پاکستان میں فارسی ادب کی تاریخ۔

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف مولف	مطبوعہ یا غیر مطبوعہ	تاریخ مخطوط	سال طباعت نام پریس	صفحات	سائز	منظوم یا منثور	کیفیت
									عہد جہانگیر سے عہد اورنگزیب تک۔ از ڈاکٹر ظہور الدین احمد صفحہ ۲۶۷۔
۲	بھاگوت پران	از شیخ احمد و دیگران							دیکھئے پاکستان میں فارسی ادب کی تاریخ۔ عہد جہانگیر سے عہد اورنگزیب تک۔ از ڈاکٹر ظہور الدین احمد۔ صفحہ ۲۶۷۔
۳	بھاگوت فارسی	گردھاری پرشاد باقی	مطبوعہ		۱۹۴۶ء لکھنؤ پریس	۲۰۴	ڈیمائی		دہلی یونیورسٹی دہلی۔ کچھ صفحات نابھوی کے پاس ہیں۔ داستان ادب حیدرآباد صفحہ ۴۵ پر ذکر ہے۔
۴	ہرنبس پوران	مولانا شیری							دیکھئے مقالات شبلی جلد ششم
۵	ترجمہ بھاگوت پران دوئم		قلمی						دیکھئے مخطوطات فارسی concise des crit Ptiue- کیٹلاگ ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ صفحہ ۲۵۴
۶	ترجمہ بھاگوت پران سوئم		قلمی						ایضاً
۷	بشن پوران		قلمی						۵۲۵ ms, ۲۹۴, ۵۹۲/B ۶۲۲ پنجاب یونیورسٹی لائبریری۔

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف مولف	مطبوعہ یا غیر مطبوعہ	تاریخ مخطوط	سال طباعت نام پریس	صفحات	سائز	منظوم یا منثور	کیفیت
۸	شیو پران		قلمی						۵۵۸/۲۹۰،۵۹۲،۵ ms ۵۸۱ پنجاب یونیورسٹی لائبریری۔
۹	شریمد بھاگوت پران		قلمی						۵۵۵/۲۹۴،۵۹۲ B ms ۶۰۴ پنجاب یونیورسٹی لائبریری۔
۱۰	شریمد بھاگوت		قلمی						mss ۲۵/۲۵۴ محکمہ السنہ پنجاب
۱۱	بھاگوت مہاپران	فیضی							دیکھئے زبان و ادب اپریل ۱۹۷۶ء صفحہ ۴۲۔
۱۲	بھگوت مہاپران	راجہ ٹوڈر مل							ایضاً
۱۳	شیو پران	نساد رام ناتواں							ایضاً ۲۵ اور ۲۹
۱۴	شیو پران	کشن سنگھ نشاط							" "
۱۵	بھاگوت	ویاس	قلمی			۳۴۱			نستعلیق۔ نسخہ ہائے خطی فارسی در کشمیر کلچرل ہاؤس ایران نئی دہلی صفحہ ۵۰
۱۶	بھاگوت پران	نامعلوم	"			۷۸			" " " " ۵۱
۱۷	"	"	"			۱۱۰			" " " ۵۱
۱۸	بھاگوت دسم اسکندھ		"			۲۹۴			" " " ۵۱
۱۹	"		"			۲۹۰			" " " ۵۱
۲۰	"		"			۳۴۷			" " " ۵۲

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف مولف	مطبوعہ غیر مطبوعہ	تاریخ قلمی	سال طباعت نام پریس	صفحات	سائز	منظوم منثور	کیفیت
۲۱	بھاگوت دسم اسکندھ		قلمی			۳۸۱			نستعلیق۔ نسخہ ہائے خطی فارسی در کشمیر کلچرل ہاؤس ایران نئی دہلی صفحہ ۵۲
۲۲	بشن پوران	نامعلوم	"			۲۰۹			" " " ۱۳۷
۲۳	"	—	"			۲۵۰			" " " "
۲۴	"	—				۸۳			" " " "
۲۵	"	—				۱۵۸			" " " "
۲۶	"	—				۲۳۸			" " " ۱۳۸
۲۷	"	—				۲۹۴			" " " "
۲۸	"	—				۴۳۹			" " " "
۲۹	"	—				۲۱۳			" " " "
۳۰	"	—				۱۷۶			" " " ۱۳۹
۳۱	سری بھاگوت	—				۲۱۵			" " " ۲۴۸
۳۲	"	—				۳۶۰			" " " ۲۴۹
۳۳	"	—				۹۰			" " " "
۳۴	"	امانت رائے						منظوم	دیکھئے فہرست برائے کتب عربی و فارسی سکھ ریفرنس لائبریری گوردوارہ پربندھک کمیٹی امرتسر صفحہ ۷، اور الزبیر بہاولپور کتب خانہ نمبر

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف مولف	مطبوعہ غیر مطبوعہ	تاریخ قلمی	سال طباعت نام پریس	صفحات	سائز	منظوم منثور	کیفیت
۳۵	بشن پوران		قلمی				۱۴×۲۳ سم		فہرست مخطوطات ونادر مطبوعات عجائب گھر لاہور ۱۹۷۱ء صفحہ ت
۳۶	شو پران	کشن سنگھ	"		۱۶۸۸ء				فہرست مخطوطات شیرانی جلد سوئم صفحہ ۴۱۶۔
۳۷	بشن پران	بنوالی داس ولی شاید	"						" " صفحہ ۴۷۶
۳۸	ترجمہ بھگوت پران					۱۶۹			فہرست مخطوطات مولانا آزاد لائبریری ذخیرہ احسن صفحہ ۱۴۶
۳۹	بشن پران		"		۱۸۸۳ بکرمی		۸×۵ ۱/۴		الزبیر بہاولپور کتبخانہ نمبر
۴۰	ترجمہ بھگوت پران				۱۷۰۰ء				" " " ص ۵۵۱
۴۱	شو پران	کشن سنگھ	"						کتبخانہ آصفیہ حیدرآباد
۴۲	مہاشو پران	بیربل کاچرو							دیکھئے سکھوں کے عہد میں پاکستان میں فارسی ادب از ظہور الدین احمد حصہ چہارم
۴۳	بھاگوت پران	قلمی			۵۰۵۰ رمضان مبارک		بڑا	منثور	کتب خانہ گلگشن گنڈا سنگھ پنجابی یونیورسٹی
۴۴	مہاشو پران	کیول سروپ	قلمی		۱۹۵۰ بکرمی			منثور	" " "
۴۵	بشن پران		"						دیکھئے کیٹلاگ فارسی مخطوطات انڈیا آفس لائبریری II ۷۵۴۔

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف مولف	مطبوعہ غیر مطبوعہ	تاریخ قلمی	سال طباعت نام پریس	صفحات	سائز	منظوم منثور	کیفیت
۴۶	بشن پران		قلمی						ایضاً پنجابی یونیورسٹی لائبریری مندرجہ بہ نمبر ۱۹۵۷۔ ۱۹۵۷ء
۴۷	بشن پران		"						" مندرجہ بہ نمبر ۳۴۴۳ " لائبریری
۴۸	ترجمہ بھاگوت پران								دیکھئے کیٹلاگ فارسی مخطوطات ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ IVANOW مرتبہ ۱۹۲۶ء
۴۹	بھاگوت پران	دسم سکندھ	قلمی						" " "
۵۰	آب زندگی	ترجمہ بھاگوت پران	"						" " "
۵۱	بشن پوران	بنوالی داس	قلمی						فہرست مشترک پاکستان نسخہ ہائے خطی فارسی ایران کلچرل ہاؤس اسلام آباد، جلد چہارم صفحہ ۲۱۳۷۔
۵۲	بشن پندانت	-	"						" " "
۵۳	وشنو پران	-	"						" " "
۵۴	سری بھاگوت	ابوالفضل	"						" " ۲۱۶۴
۵۵	"	"	"						" " "
۵۶	"	پران ناتھ	"						" " ۲۱۶۶
۵۷	شو پران	کشن سنگھ	"						" " ۲۱۶۷

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف مولف	مطبوعہ غیر مطبوعہ	تاریخ قلمی	سال طباعت نام پریس	صفحات	سائز	منظوم منثور	کیفیت
۵۸	عین الظہور ورت پران	ترجمہ کشن سنگھ نشاط	قلمی						فہرست مشترک پاکستان نسخہ ہائے خطی فارسی ایران کلچرل ہاؤس اسلام آباد جلد چہارم صفحہ ۲۱۷۷
۵۹	ورت پوران	عین الظہور	"						" " ۲۱۸۰
۶۰	وشن پران		"						" " "
۶۱	ہری ونش پوران	ترجمہ	"						اکبر کے زمانے میں ہوا۔ دیکھیے مغل پینٹنگ۔ ایشیاٹک سوسائٹی۔ کلکتہ صفحہ ۳۴
۶۲	بھاگوت	قلمی				۲۲۶			دیکھیے فہرست نسخہ قلمی سبحان اللہ اورینٹل لائبریری مسلم یونیورسٹی علی گڑھ صفحہ ۴
۶۳	بھاگوت	قلمی	x	۱۲۴۵ ہجری		۲۱۵			" "

اردو پوران

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف مولف	مطبوعہ غیر مطبوعہ	تاریخ قلمی	سال طباعت نام پریس	صفحات	سائز	منظوم منثور	کیفیت
۱	بھاگوت نظم اردو	جگن ناتھ خوشتر	مطبوعہ		نولکشور ۱۸۸۱	۱۳۲	ڈیمائی	منظوم	دہلی یونیورسٹی لائبریری۔ کچھ صفحات نابھوی کے پاس ہیں۔
۲	خلاصہ آتم پوران	بابا پرکاش	"		نولکشور ۱۸۸۴	۷۳۴	بڑا	منثور	نابھوی کے پاس ہے۔

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف مولف	مطبوعہ غیر مطبوعہ	تاریخ مخطوطہ	سال طباعت نام پریس	صفحات	سائز	منظوم منثور	کیفیت
۳	بھاگوت پران	گنیش کیرانوی	مطبوعہ		۱۹۰۴	۷۲۸	جہازی	منثور	نابھوی کے پاس ہے۔
۴	شریمد بھاگوت	نولکشور	"		۱۹۳۲ نولکشور	۶۷۰	"	"	" " "
۵	گنیش پوران	شنکر دیال فرحت	"		۱۸۸۳ "	۱۶	ڈیمائی	منظوم	" " "
۶	شریمد بھاگوت	افق	"		۱۹۲۱	۷۷۹	"	منثور	" " "
۷	" "	پریتم نرائن شوق لاہور	"		جے ایس سنگت سنگھ	-	-	-	اشتہار افق بھاگوت۔ جے ایس سنت سنگھ لاہور
۸	شیو پران		"		نولکشور		جہازی	منثور	نابھوی کے پاس ہے۔
۹	"	شنکر دیال فرحت	"		"	۴۴	ڈیمائی	منظوم	" "
۱۰	پریم ساگر یعنی اسکندھ بھاگوت پران	للوجی لال	"		" ۱۸۹۵	۲۲۶	"	منثور	" "
۱۱	پریم ساگر	شنکر دیال فرحت	"		نولکشور ۱۸۶۹	۴۴	"	منظوم	" "
۱۲	شریمد بھاگوت	بھوپت	قلمی				"	"	" "
۱۳	"	ستیل سنگھ							ڈسٹرکٹ لائبریری سنگرور میں ہے۔
	یک تا نیہ	لکھنوی							
۱۴	شیو پران	کشن سنگھ							سنٹرل لائبریری پٹیالہ کے رجسٹر میں درج ہے۔
۱۵	مہرشی پراسر کے وشنو پران کا ترجمہ موسوم بہ فسانۂ توحید	امر ناتھ مدن ساگر	مطبوعہ			۳۶	بڑا		ڈسٹرکٹ لائبریری سنگرور

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف مولف	مطبوعہ غیر مطبوعہ	تاریخ قلمی	سال طباعت نام پریس	صفحات	سائز	منظوم منثور	کیفیت
۱۶	شیو پوران ترجمہ اردو	منشا رام ناتواں						منظوم	دیکھیے زبان و ادب پٹنہ اپریل سنہ ۱۹۶۷ء صفحہ ۱۲۵ اور ۲۹
۱۷	بھگوت پران کا منظوم ترجمہ		قلمی						،، انیسویں صدی کا ایک مخطوطہ جسکا ذکر یورپ کے اردو مخطوطات میں ہے۔
۱۸	مارکنڈے پوران	رگھوراج	مطبوعہ		نولکشور ۱۸۸۴				،، صفحہ ۲۹
۱۹	کلکی پوران	آتما رام	،،		۱۸۹۷				،، ۳۰۰
۲۰	،،	پنڈت ہردیال شرما	،،		صادق المطابع میرٹھ ۱۸۹۷ء				،، ،،
۲۱	،،	منشی منوہر سروپ	،،		لکشمی نرائن پریس ۱۸۹۷ء				،، ،،
۲۲	سورج پران	گنیش داس	،،		مطبوعہ گوجرانوالہ				،، ،،
۲۳	بشن پران	،،	،،		۱۹۳۶				،، صفحہ ۱۳۰ اور فہرست کتب اردو پبلک لائبریری لاہور صفحہ ۱۷۸
۲۴	آتم پران	دیوان چند	،،		،،				،، ،، ،،
۲۵	شیو پران	سیوا سنگھ	،،		۱۹۱۰ نولکشور				،، صفحہ ۳۰
۲۶	سورج پران	-	مطبوعہ		لکھنؤ				فہرست کتب اردو پبلک لائبریری لاہور صفحہ ۱۷۸
۲۷	بشن سہسر نام	بلدیو داس مترجم			،،				،، ،، ،،
					لکھنؤ ۱۸۸۳				،، ،، ،،
۲۸	شیو سہسر نام	شنکر دیال مترجم			لکھنؤ ۱۳۶۱				،، ،، ،،

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف مولف	مطبوعہ غیر مطبوعہ	تاریخ قلمی	سال طباعت نام پریس	صفحات	سائز	منظوم منثور	کیفیت
۲۹	دیوی بھاگوت بارہواں اسکندھ								فہرست کتب اردو پبلک لائبریری لاہور صفحہ ۱۷۹
۳۰	دیوی بھاگوت								،، ،،
۳۱	،،								،، ،،
۳۲	آنند سندھ ایکادش اسکندھ بھاگوت کا ترجمہ								،، ،،
۳۳	گلدستہ حقیقت ترجمہ بھاگوت	سیتو پرشاد			لکھنؤ ۱۸۸۲			منظوم	،، ،،
۳۴	بلبھ چرتر	جواہر لال			لکھنؤ ۱۸۷۱			،،	،، ،،
۳۵	پریم ساگر	لکھن لال			کانپور				،، ،،
	بھاگوت دسم اسکندھ				سنہ ۱۸۷۹ء				
۳۶	بھگوت اوپدیشنا				گوجرانوالہ				،، ،،
۳۷	شریمد بھاگوت ترجمہ اردو	شیو پرشاد			لکھنؤ			نثر	،، ۱۸۷
۳۸	بھاگوت گیتا پرچھا کرشن درادھا	نامعلوم	قلمی	-	-		-	،،	مخطوطات متفرقہ اردو پنجابی۔ ہندی۔ کشمیری۔ ترکی پشتو پنجاب پبلک لائبریری لاہور صفحہ [illegible]
۳۹	شریمد بھاگوت دسم اسکندھ	سردار سنگھ نسیم			لکھنؤ ۱۹۲۳ بکرمی			منظوم	فہرست کتب اردو سکھ ریفرنس لائبریری گوردوارا پربندھک کمیٹی امرتسر صفحہ ۲۰۔

نمبر	نام کتاب	نام مصنف مؤلف	مطبوعہ غیر مطبوعہ	تاریخ قلمی	سال طباعت نام پریس	صفحات	سائز	منظوم منثور	کیفیت
۴۰	سری مد	سوامی دیال			لکھنؤ			منظوم	فہرست کتب اردو سکھ ریفرنس لائبریری گوردوارہ پربندھک کمیٹی امرتسر صفحہ ۲۰
	بھاگوت	کائستھ			۱۸۹۹ء				
۴۱	بھگوت دسم اسکندھ	بھوپت	قلمی	×	×	×	ڈیمائی	منظوم	کتب خانہ نابھوی
۴۲	دیوی بھاگوت پران	پیارے لال	مطبوعہ						اشتہار شوپران نولکشور پریس
۴۳	سکھ ساگر								" "
۴۴	سورج پران	لالہ خدا بخش	"						" "
۴۵	ترجمہ بھگوت پران	منشی سکھ لال	"						" "
۴۶	گلدستۂ حقیقت نظم شہرت بھاگوت	منشی سنگھ اختر	"						" "
۴۷	اسکندھ بھاگوت	ناتواں امباوی	"						دیکھئے اردو کے ہندو شعراء صفحہ ۳۷۹ از عطا پالوی
۴۸	سورج پران	غریب لکھنوی	"						" " صفحہ [illegible]
۴۹	ترجمہ بھاگوت پران		قلمی						دیکھئے فہرست مخطوطات ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ سال ۱۹۲۶ء صفحہ ۳۹
۵۰	ترجمہ بھاگوت پران								" " " ۱۵۸
۵۱	ترجمہ وشنو پران								" " "
۵۲	"								" " "

مختلف کتب عربی

نمبر	نام کتاب	نام مصنف مؤلف	مخطوطہ یا مطبوعہ	تاریخ مخطوطہ	سال طباعت نام پریس	صفحات	سائز	منظوم یا منثور	کیفیت
	امرت کنڈ								(بھوجبر) برہمن نے سنسکرت کی ایک کتاب امرت کنڈ قاضی رکن الدین سمرقندی کو پیش کی۔ قاضی نے اسکا ترجمہ پہلے فارسی میں اور پھر عربی میں کیا۔ دیکھئے بنگال کا پوتھی ادب صفحہ ۳۔ ادارہ مطبوعات پاکستان کراچی۔ An early Arabic work of Muslim Bengal By Qazi Ahmad mian Akhtar Junagarhi علامہ شبلی مقالات شبلی جلد ششم میں لکھتے ہیں "اتفاق سے بھوجبر کا ایک شاگرد جسکا نام انبوناتھ تھا۔ ہندوستان سے چل کر اس طرف آنکلا۔ ایک سنسکرت داں عالم نے اس سے یہ کتاب پڑھی اور عربی زبان میں اسکا دوبارہ ترجمہ کیا اور مرآۃ المعانی لادراک العالم الانسانی نام رکھا۔"
۲	سدھانتا عربی میں "السند ہند"								منصور (بادشاہ دولت عباسیہ) کے دربار میں ۱۵۶ھ میں ہندوستان کا ایک بڑا ریاضی داں عالم بغداد

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف مولف	مخطوطہ مطبوعہ	تاریخ قلمی	سال طباعت نام پریس	سائز	صفحات	منظوم یا منثور	کیفیت
									میں آیا اور سنسکرت کی مشہور زیچ جسکا نام سدھانتا ہے، منصور کی خدمت میں پیش کی۔ محمد ابن ابراہیم فزاری نے منصور کے حکم سے اسکا ترجمہ کیا۔ مامون الرشید کے زمانے تک اعمال کواکب میں اسی زیچ پر اعتماد کیا جاتا تھا۔ دیکھئے مقالات شبلی جلد ششم صفحہ ۱۱ اور عرب و ہند کے تعلقات از سید سلیمان ندویؒ صفحہ ۱۲۵
۳	سُشرت								سُشرت کتاب جو ۱۰ بابوں میں ہے اور سامیکا جس میں زہروں کے علاج کا بیان ہے۔ ایک ہندوستان کے طبیب نے جو فلاسفر بھی تھا، نے بغداد میں ترجمہ کیا۔
۴	سامیکا								رشید کے دربار میں اور بھی ہندو طبیب تھے جنکی وجہ سے ویدک کی معلومات عربی زبان میں منتقل ہوگئیں۔ ان میں سے صالح (اصلی نام سالی ہوگا) کا حال علامہ ابن ابی نے تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔ دیکھئے مقالات شبلی جلد ششم

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف مولف	تاریخ مخطوطہ	مطبوعہ مخطوطہ	سال طباعت نام پریس	صفحات	سائز	منظوم منثور	کیفیت
۵	سنسکرت کی قدیم تصنیفات تیرہ سو								ہندوستان میں سلطان فیروز شاہ جب ۷۷۲ ہجری میں جوالا مکھی پہاڑ کی سیر کو گیا تو معلوم ہوا کہ یہاں کے بت خانے میں ۱۳ سو سنسکرت کی قدیم تصنیفات موجود ہیں۔ فیروز شاہ نے وہ کتابیں حضور میں طلب کیں اور انکے ترجمے کا اہتمام کیا نجوم کی ایک کتاب کا ترجمہ عزالدین نے نظم کیا اور دلائل فیروز شاہی نام رکھا۔ یہ کتابیں اکثر موسیقی اور کشتی کے فن میں تھیں۔ عبدالقادر بدایونی نے منتخب التواریخ میں لکھا ہے کہ سنہ ۱۰۰۰ھ میں جب میں لاہور پہنچا تھا تو یہ ترجمہ شدہ کتب میری نظر سے گذریں × × × یحییٰ پہلا شخص ہے جس نے ہندوستان کے پنڈتوں۔ فلاسفروں اور طبیبوں کو طلب کیا اور ان سے سنسکرت کی کتابوں کے ترجمے کرائے کلیلہ دمنہ کا دوسرا ترجمہ جو عبداللہ بن ہلال اہوازی نے ۱۶۵ھ میں کیا یحییٰ کے حکم سے کیا۔ دیکھئے مقالات شبلی جلد ششم صفحہ ۲۳-۲۷
۶	پنچ تنتر								سو برس کے بعد منصور کو اس پہلوی (پنچ تنتر) ترجمے کا ایک نسخہ مل گیا اور اس نے اسکا ترجمہ عربی میں کرایا۔ دیکھئے تمدن ہند صفحہ ۳۳۲۔

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف مولف	مخطوطہ یا مطبوعہ	تاریخ مخطوطہ	سال طباعت نام پریس	صفحات	سائز	منظوم منثور	کیفیت
۷	آدیہ بھٹ عربی نام ارجمند								دیکھئے عرب و ہند کے تعلقات از سید سلیمان ندوی صفحہ ۱۳۰، یہ عربی میں دوسری کتاب ہے جو منتقل ہوئی۔
۸	کھنڈاکھنڈیک عربی میں ارکند								" یہ تیسری کتاب ہے۔ جو سنسکرت سے عربی میں منتقل ہوئی۔ البیرونی نے اسے نئے انداز میں تحریر کیا۔ دیکھئے البیرونی از سید حسن برنی۔
۹		ابوالحسن اہوازی							عربی میں ابوالحسن اہوازی نے سنسکرت کی کتاب کو منتقل کیا۔ دیکھئے عرب و ہند کے تعلقات از سید سلیمان ندوی صفحہ ۱۳۹۔
۱۰	کرمجیا عربی نام کروجہ								" " " ۱۴۱ یہ سنسکرت اصطلاح ہے۔
۱۱	چرک کی کتاب								کتاب پہلے فارسی میں ترجمہ ہوئی۔ پھر عبداللہ بن علی نے اس کو فارسی سے عربی میں منتقل کیا دیکھئے عرب و ہند کے تعلقات از سید سلیمان ندوی صفحہ ۱۴۸
۱۲	سندستان یا سندھستان								" " "

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف مولف	مخطوطہ یا مطبوعہ	تاریخ مخطوطہ	سال طباعت نام پریس	صفحات	سائز	منظوم منثور	کیفیت
۱۳	ندان								دیکھئے عرب و ہند کے تعلقات از سید سلیمان ندوی صفحہ ۱۴۸
۱۴	جڑی بوٹیوں کے مختلف نسخے دس دس نام								" " " ۱۴۶
۱۵	دواؤں کے سرد و گرم توتوں کی کتاب								" " "
۱۶	استانگہر	ترجمہ ابن دھن نے کیا۔							" " "
۱۷	دو کتابوں کے ترجمے جو نوکشش وید کی لکھی تھیں								" " "
۱۸	"								" " "
۱۹	روسا نامی کی کتاب کا ترجمہ								" " "
۲۰	حاملہ عورتوں کے علاج میں کتاب								" " ۱۵۰
۲۱	جڑی بوٹیوں کے حل میں								" " "

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف مولف	مخطوطہ مطبوعہ	تاریخ مخطوطہ	سال طباعت نام پریس	صفحات	سائز	منظوم منثور	کیفیت
۲۲	نشہ کے بیان میں								دیکھئے عرب و ہند کے تعلقات از سید سلیمان ندوی صفحہ ۱۵۱
۲۳	شاناق یا چانک کی کتاب جانوروں کا علاج								〃 〃 ۱۵۴
۲۴	عمروں کے بیان میں	کنکہ پنڈت							〃 〃 〃
۲۵	پیدائش کے بھید	〃							〃 〃 〃
۲۶	بڑے لگن کا بیان	〃							〃 〃 〃
۲۷	چھوٹے لگن کا بیان	〃							〃 〃 〃
۲۸	مسمریزم کا بیان								〃 〃 〃
۲۹	دنیا کے واقعات اور ستاروں کے لگن میں	〃							〃 〃 〃
۳۰	ہتھیلی کی لکیریں اور ہاتھوں کو دیکھکر								〃 〃 ۱۵۶
۳۱	سانپوں کی اقسام اور زہروں کا بیان	رائے پنڈت							〃 〃 〃
۳۲	〃	کسی اور پنڈت کی							〃 〃 ۱۵۷
۳۳	زہروں کا علم	منکہ پنڈت							〃 〃 ۱۵۸

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف مولف	مطبوعہ مخطوطہ	تاریخ مخطوطہ	سال طباعت نام پریس	صفحات	سائز	منظوم منثور	کیفیت
۳۴	موسیقی پر کتاب								دیکھئے عرب و ہند کے تعلقات از سید سلیمان ندوی صفحہ ۱۵۹
۳۵	شاناق								〃 〃 〃
۳۶	یاکھر یا جھر								〃 〃 〃
۳۷	ادب الملک سلطنت کے طریقے	ابو صالح بن شعیب							〃 〃 〃
۳۸	کیمیا	ابن ندیم							〃 〃 صفحہ ۱۶۰
۳۹	منطق								〃 〃 〃
۴۰	مقدر کو کیا ہونا چاہیے								〃 〃 ۱۶۲
۴۱	علم توہم								〃 〃 〃
۴۲	کہانی اور افسانے	کئی ترجمے ہوئے							〃 〃 ۱۶۳
۴۳	تریا حرتر	راجہ کرشن							〃 〃 ۱۶۵
۴۴	علم الہند								〃 〃 〃
۴۵	پانی ساسی	برہمگپت البیرونی							〃 〃 ۱۶۷
۴۶	برہم سدھانت	〃							〃 〃 ۱۶۸
۴۷	چندر گرہن اور سورج گرہن پر ترجمہ	البیرونی							〃 〃 〃
۴۸	اربعہ مناسبہ	〃							〃 〃 〃
۴۹	سانکھ کا فلسفہ	〃							〃 〃 ۱۶۹
۵۰	تنبجلی	〃							〃 〃 〃
۵۱	لگبھو جاتکم	وراہ مہر 〃							〃 〃 〃
۵۲	برہم ہتیا	ترجمہ 〃							دیکھئے البیرونی از سید حسن برنی ص ۱۸۱
۵۳	مقالات اقلیدس	〃 〃							〃 〃
۵۴	کتاب المجطی	〃 〃							〃 〃

(باقی)

اخبار علمیہ

کتابوں اور رسالوں کی بین الاقوامی نمائش کا ایک بڑا ذریعہ عالمی کتابی میلہ ہے جو گذشتہ دنوں دہلی میں منعقد ہوا اور شائقین کی کثرت اور کتابوں کی فروخت کے لحاظ سے کامیاب رہا، خاص طور پر افریقی ادب مضامین نو کے سبب بڑا پرکشش ثابت ہوا، اس موقع پر نیشنل بک ٹرسٹ نے ہندوستانی زبانوں کے مختلف علمی مجلوں اور رسالوں کی بھی نمائش کا اہتمام کیا، انگریزی کے علاوہ ۱۲ دیگر ہندوستانی زبانوں میں اردو بھی شامل تھی، اب ان تمام رسالوں کی تفصیلات سلیقہ سے مرتب ہوکر "اکاڈمک اینڈ لٹریری جرنلس آف انڈیا" کے نام سے شایع ہوگئی ہیں، اس میں ۱۵۰۰ سے زیادہ رسالوں کا ذکر ہے، ان میں نصف سے بھی زیادہ انگریزی زبان کے ہیں جنکو ۳۰ مختلف علمی و سائنسی انواع میں تقسیم کیا گیا ہے، ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ علمی و تحقیقی موضوعات پر ہندوستان میں آج بھی سب سے زیادہ وقیع کام انگریزی ہی میں ہوتا ہے، ہندی زبان کے ۱۱۰ رسالے شامل ہیں، بنگلہ، مراٹھی اور تامل میں بھی علمی رسائل کی تعداد خاصی ہے، لیکن حیرت ہے کہ اڑیا جیسی زبان میں بھی علمی رسائل کی تعداد کم نہیں، اردو کے ۳۸ رسالوں کو منتخب کیا گیا ان میں "معارف" بھی ہے، معروف رسائل کے ساتھ بعض بالکل غیر معروف رسائل بھی اس انتخاب میں شامل ہیں اور بعض رسائل جیسے سب رس حیدرآباد، گلبن احمد آباد، البلاغ بمبئی اور نخلستان جے پور اور شیرازہ کشمیر اس فہرست میں شامل نہیں، حالانکہ یہ سب بھی اس انتخاب

میں آنے کے لائق تھے۔

کتابوں کی نمائش کا مقصد مختلف علاقوں، زبانوں اور تہذیبوں کے فکر و نظر کے جدید رجحان اور نئے معیار سے واقفیت حاصل کرنا ہے، لیکن تجارتی نقطۂ نظر سے بھی اسکی اہمیت وافادیت کم نہیں ہے، موجودہ مادہ پرست ماحول میں درآمد و برآمد کی اشیاء میں فکر و خیال اور تحریر و تقریر کی تجارت کی گرم بازاری بھی شامل ہے لیکن گذشتہ دنوں بمبئی میں ایک اور نمائش ہوئی تو معلوم ہوا کہ تحریر کے علاوہ خود قلم اور دیگر سامان تحریر و کتابت میں کیسی جدت طرازیاں ہوئی ہیں، اس نمائش میں اصحاب قلم سے زیادہ تاجران قلم کے ذوق اور دلچسپی کا سامان تھا، ہندوستان میں تیار کیے جانے والے قلم، فاؤنٹین پن، بال پن اور قلم کی بہت سی قسموں سے معلوم ہوا کہ ہندوستانی قلم سازی آج بھی ترقی یافتہ تکنیک کے بجائے زیادہ تر دستکاری پر منحصر ہے، قریباً دو لاکھ افراد اس صنعت میں مشغول ہیں، یہ حقیقت بھی سامنے آئی کہ ہندوستانی قلم دوسرے ملکوں کے قلم سے کم درجہ نہیں، یہ ۶۵ ملکوں میں جن میں بیشتر مشرق اوسط اور یورپ کے ممالک شامل ہیں، برآمد کیے جاتے ہیں، مشینی قلموں کے مقابلہ میں یہ زیادہ سستے بھی ہوتے ہیں، سال رواں میں ہندوستانی قلم سازوں نے ۳۵۰ کروڑ کے قلم فروخت کیے جو اس لحاظ سے ضرور تسلی بخش ہے کہ سال گذشتہ کے مقابلہ میں یہ ۲۰ فیصد زیادہ ہے لیکن عالمی بازار کے مقابلے میں یہ رقم زیادہ نہیں ہے کیونکہ وہاں یہ رقم ۵۰ ہزار کروڑ روپے تک پہنچ چکی ہے، قلم کی تجارت میں یہ غیر معمولی خطیر رقم قلم کی اہمیت کو ظاہر کرتی ہے اور شاید عَلَّمَ بِالْقَلَمِ کی تفسیر کا نیا نکتہ بھی پیش کرتی جاتی ہے۔

ہندوستانی علم و قلم کی قدردانی کے واقعات سے تاریخ کے صفحات روشن ہیں،

لیکن موجودہ دور میں ہندو احیاء پرستی کے جوش میں تاریخ کی سچائیوں کو جس بے دردی سے جھٹلایا جا رہا ہے مستقبل کے مورخ کو اس کے ذکر سے یقیناً تکلیف ہوگی، بابری مسجد کے انہدام کی گرد ابھی بیٹھنے بھی نہیں پائی کہ اسی قسم کا ایک اور قضیہ اب پانڈیچری کے ۲۴۴ سال قدیم گرجا گھر کے متعلق شروع ہو گیا، ایک متعصب جماعت نے یہ دعویٰ کیا کہ یہ چرچ اصل میں شیو کا مندر ہے اور اب اسے مندر ہی ہونا چاہیے اور یہ کہ اسے چرچ کہنا "قومی شرم" کی بات ہے، اس مطالبہ پر ٹائمز آف انڈیا نے ایک تبصرہ میں لکھا کہ " بابری مسجد کی بربادی کے بعد کاشی اور متھرا کی مسجدوں اور دوسرے اسلامی آثار کے متعلق بیانوں کا سلسلہ جاری ہے اور اب اس میں پانڈیچری کا کلیسا بھی شامل کر لیا گیا ہے، چند برسوں پہلے جب بابری مسجد کے انہدام کے نعرے بلند ہوئے تھے تو شاید کچھ لوگوں نے سوچا ہوگا کہ پونے پانچ سو سال قدیم عمارت واقعی نیست و نابود کر دی جائے گی، مگر حکومت کی بے حسی سے یہ واقعہ ہو کر رہا، اس لیے کوئی حیرت نہیں ہونی چاہیے کہ پانڈیچری کا یہ قدیم چرچ بھی مذہبی جنون کی صلیب پر قربان کر دیا جائے اور حکومت محض خاموش تماشائی بنی رہے، حالانکہ کوئی ذمہ دار حکومت اس قسم کے مطالبوں کو برداشت نہیں کر سکتی"۔

ظلم اور مظلومیت دونوں کا تعلق خواب غفلت سے ہے اور اس کے اسباب و علامات کچھ مخفی نہیں؛ لیکن یورپ و امریکا کے سائنسداں محض نیند کے اسرار سے واقف ہونے کے لیے بے چین ہیں؛ ایک اوسط عمر کے ۲۵ سال یعنی قریباً ایک تہائی حصہ سونے میں گذر جاتا ہے لیکن نیند کیا ہے؛ خوابوں کی دنیا کیسے آباد ہوتی ہے یا پھر رات بھر نیند کیوں نہیں آتی ؟ ان سوالوں کے جواب جاننے کے لیے سائنسداں پہلے بھی پریشان تھے اور

اب کمپیوٹر کے دور میں انکا خیال ہے کہ وہ نیند کے راز کو ضرور معلوم کر لیں گے، ادھر بے خوابی اور نیند کے نظام کی ابتری نے خود امریکی حکومت کی نیند حرام کر دی ہے، کیلی فورنیا یونیورسٹی میں نیند کے متعلق ایک تحقیقاتی شعبہ کے ڈائریکٹر ولیم ڈیمنٹ کے الفاظ میں " یہ امریکا میں صحت کا سب سے بڑا، سب سے مہنگا اور سب سے مہلک مسئلہ ہے"، اسی موضوع پر حال ہی میں شایع ہونے والی کتاب "THE 24 HOUR SOCIETY" کے مولف مارٹن مور ایڈ نے لکھا ہے کہ حالیہ برسوں میں چند بڑے حادثے اسی نیند کی محرومی کے نتیجہ میں ہوئے، عمل نوم کے اسرار کے متعلق ایک اہم مباحثہ سوسائٹی فار سلیپ ریسرچ کی جانب سے ہوا جس میں اتفاق صرف اس پر ہوا کہ نیند جسم کو محفوظ رکھنے کے عمل کو سہارا ہی نہیں دیتی ہے بلکہ یہ ٹوٹے جسم کی مشین کو از سر نو کارآمد بناتی ہے، دلچسپ بات یہ بھی ہے کہ قیلولہ کے مثبت پہلو پر دھیان دیا گیا، چنانچہ اب امریکا میں اس کی عادت تیزی سے عام ہوتی جاتی ہے تاکہ 'نیند کے امریکی قرض' کو کچھ تو کم کیا جا سکے، یہ بھی بتایا جا رہا ہے کہ نپولین اور چرچل نے عین میدانِ جنگ میں قیلولہ کے عمل کو اپنایا تھا، لیکن سائنسداں ان باتوں سے مطمئن نہیں؛ چنانچہ برسوں سے وہ ایک الکٹرانی طریقہ (EEGs) کے ذریعہ دماغ کی لہروں کو ناپتے رہے کہ شاید نیند کے کچھ راز کھلیں لیکن اس کوشش میں دماغ کی لہروں سے زیادہ خود (EEGs) کے پیچیدہ نظام میں الجھ کر رہ گئے، اب آکسفورڈ یونیورسٹی کے انجینیرنگ سائنس کے شعبہ کے دو محققوں نے کمپیوٹر ٹکنالوجی کو بنیاد بنا کر دماغ کو سمجھنے کی کوشش کی ہے اور نسبتاً ان کو کامیابی بھی ملی ہے، مثلاً اب یہ ثابت ہو گیا کہ تفتیش و جستجو اور

فرق و امتیاز کرنے اور بکھرے خیالات کو مرتب کرنے کی صلاحیت دماغ اپنے طور پر خود بخود بڑھاتا جاتا ہے، اس عمل کی نقل کو کمپیوٹر میں اتارنے کا طریقہ بھی ان سائنسدانوں نے ایجاد کیا اور پھر (EEGs) کی مختلف دریافتوں کو اس کمپیوٹر کے سامنے اس غرض سے پیش کیا گیا کہ وہ نیند کی مختلف کیفیتوں کی تفصیل مرتب کرے، حیرت انگیز طور پر کمپیوٹر نے سائنسدانوں کے سوالات کے معقول اور واضح جواب دیے، بقول ڈاکٹر "مارسلو" ہم کو معلوم ہوا کہ نیند تین کیفیتوں کے مجموعہ کا نام ہے، ایک تو نیند میں بیداری کی سی کیفیت، دوسرے گہری نیند، تیسرے وہ جس میں آنکھیں تیزی سے متحرک رہتی ہیں اور جسے خواب دیکھنے کی حالت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔" ان ابتدائی کوششوں سے سائنسدانوں کے خیال میں تحقیقات کی مزید راہیں ہموار اور آسان ہوں گی، فلاسفہ کی یہ چپاں اور جنیں یوں ہی رہے گی، لیکن خدا کی یہ بات کہ ہم نے تمہارے لیے نیند کو باعث راحت بنایا جہاں تھی وہیں رہے گی۔

نیند کے فلسفہ کے متعلق ہندوستانی سائنسدانوں کی تحقیقات بھی دلچسپ ہیں اور ان سے مشرق و مغرب کے فرق کا اندازہ بھی ہوتا ہے، حال ہی میں مدراس میں نیورولوجیکل سوسائٹی آف انڈیا کی بیالیسویں کانفرنس ہوئی، اس میں آل انڈیا انسٹیٹیوٹ آف میڈیکل سائنسز کے تین سائنسدانوں نے مشترکہ طور پر اپنی تحقیقات ایک مقالہ کی شکل میں پیش کیں، اس کا ایک موضوع یہ بھی تھا کہ کیا مراقبہ نیند سے زیادہ بہتر ہے؟ اس سوال کا جواب سائنسدانوں نے اثبات میں دیا، انھوں نے اس مفروضہ کو بنیاد بنایا کہ نیند اور مراقبہ دونوں استراحت کی ایسی کیفیتیں

اور حالتیں ہیں جو سکون و اطمینان پر منتج ہوتی ہیں، لیکن سوال یہ تھا کہ دونوں میں فرق کیا ہے، چنانچہ ۸ گھنٹہ کی نیند اور ۴۵ منٹ کے مراقبہ کا موازنہ کیا گیا اور (GALVANIC SKIN RESISTANCE TO-GSR اور ECG ASSESS RELIEF) کے ذریعہ نیند میں ہر ایک گھنٹہ اور مراقبہ میں ہر پانچ منٹ کی کیفیات کا پورے اہتمام سے مطالعہ کیا گیا تو معلوم ہوا کہ مراقبہ کی حالت میں جو سکون حاصل ہوا وہ حیرت انگیز طور پر ۸ گھنٹوں کی نیند سے کہیں زیادہ اور مکمل تھا، یہ بات بھی سامنے آئی کہ مراقبہ کے بعد مسرور و مطمئن ہونے کا احساس نیند کے بعد بیداری کی کیفیت سے زیادہ عمیق و کامل تھا، کاش صوفیہ کے مراقبہ اور سائنسدانوں کے مراقبہ کی باطنی کیفیتوں کا فرق بھی سامنے آجاتا۔

مراقبہ کے سائنسی تجزیہ کے بعد ایک دلچسپ خبر سے سائنس اور موسیقی کے یک گونہ ربط و تعلق کا بھی علم ہوا، ڈاکٹر راجا رمنا ہندوستان کے ممتاز نیوکلیائی سائنسداں ہیں، لیکن انکی ایک تازہ تصنیف سے معلوم ہوا کہ وہ موسیقی کی باریکیوں سے بھی باخبر ہیں، "دی اسٹرکچر آف میوزک ان راگ اینڈ ویسٹرن سسٹم" نامی کتاب میں انھوں نے ہندوستانی کلاسیکی موسیقی کے تمام بنیادی راگوں کے رموز و اعداد کو بڑی تفصیل سے پیش کر کے ثابت کیا ہے کہ ہندوستانی خصوصاً کرناٹکی اسکول کے اصولوں میں راگ اور تال کے ضابطوں کی پابندی کے باوجود فنکار کیلئے بڑی آزادی ہے، یہ اصول قوت حیات کے دوام کا احساس دلاتے ہیں، یورپ کے موسیقار ہندوستانی موسیقی کے آہنگ و اثر سے اس لیے بے خبر رہے کہ راگوں کے بنیادی رموز ان کو تحریری شکل میں حاصل نہیں ہوئے، یہ کتاب اسی کمی کی تلافی کیلئے لکھی گئی اور ماہرین موسیقی کی نظر میں اپنے موضوع پر یہ اولین ہونے کے باوجود نہایت کامیاب کوشش ہے۔

ع۔ ص۔

معارف کی ڈاک

مکتوب ردولی

درگاہ شریف ردولی، بارہ بنکی۔

محترم اصلاحی صاحب!

معارف میں آپ کا مضمون علامہ شبلی کی شعرفہمی اور شعرالعجم کا ایک مطالعہ بہت پسند آیا۔ واقعہ ہے کہ حضرت شبلی کی شعرفہمی اور لطافت ذوق کا قائل ہونا پڑتا ہے۔ جسطرح شاعری اللہ کی عطا ہے اسی طرح سخن فہمی بھی اللہ کی عطا ہے۔ علامہ شبلی اپنی ذات سے ایک انجمن تھے، ایک ادارہ تھے وہ علم کا بحر بیکراں تھے۔ ستمبر کے معارف میں جو مضامین شائع ہوئے ہیں ان میں سید محمد طارق صاحب، پروفیسر محمد ذاکر صاحب اور کاوش بدری صاحب کے مضامین پسند آئے۔ معارف کا تازہ شمارہ ملا، اس کے مضامین بھی پسند آئے، محمد بدیع الزماں صاحب کا مقالہ خاصے کی چیز ہے اسی شمارے میں ڈاکٹر کلثوم ابوالبشر صاحبہ کا مضمون مشرقی بنگال بنگلا دیش اور اردو شایع ہوا ہے موصوفہ نے صفحہ ۵۶ پر تحریر فرمایا ہے کہ شیخ محمد نذیر اٹھارھویں صدی میں کشور گنج میں پیدا ہوئے انھوں نے ایک مثنوی بدیا سندا اردو میں تحریر فرمائی، میر حسن دہلوی کی گلزار نسیم سے متاثر ہوکر انھوں نے یہ مثنوی لکھی۔ مجھے عرض یہ کرنا ہے کہ گلزار نسیم دیا شنکر نسیم کی مثنوی ہے، میر حسن کی مثنوی کا نام سحرالبیان ہے[1] ویسے کلثوم صاحبہ کا مضمون پُر از معلومات ہے۔ خدا کرے آپ بعافیت ہوں۔

نیاز آگیں　　اقبال ردولوی

---

[1] معارف: بالکل درست، پتہ نہیں مقالہ نگار کیسے لکھ گئے اور ہم لوگوں سے بھی چوک ہوگئی۔

وفیات

مولانا کوثر نیازی

گذشتہ ماہ اخباروں سے یہ معلوم کرکے بڑا صدمہ ہوا کہ پاکستان کے مشہور عالم، مصنف، ادیب، شاعر اور سیاست داں مولانا کوثر نیازی کا انتقال دماغ کی شریان پھٹ جانے سے ہوگیا، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

وہ ۱۹۳۴ء میں میانوالی پنجاب میں پیدا ہوئے، طالب علمی کا زمانہ پریشانی میں گذرا مگر ان کے حوصلے بلند رہے۔ تعلیم سے فراغت کے بعد قومی اشغال سے انکا شغف بڑھا، ایک زمانے میں جماعت اسلامی کے سرگرم رکن رہے، اس سے علیحدگی کے بعد جناب ذوالفقار علی بھٹو سابق وزیر اعظم پاکستان کی پیپلز پارٹی میں شامل ہوئے اور ۱۹۷۰ء میں سیالکوٹ سے قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے، ۱۹۷۲ء میں وزیر اعظم مسٹر بھٹو نے انہیں امور مذہبی واطلاعات ونشریات کا وزیر بنایا۔ موجودہ وزیر اعظم مسز بے نظیر بھٹو نے انہیں اسلامی کونسل کا چیرمین مقرر کیا تھا۔

صحافت وخطابت کے میدان میں بھی وہ اپنے جوہر دکھاتے رہے۔ بڑے اچھے مقرر اور خطیب تھے، کئی برس تک لاہور سے ہفت روزہ "شہاب" نکالتے رہے اور کئی علمی و دینی کتابیں یادگار چھوڑیں۔ انکی کتابوں اسلام ہمارا دین۔ بصیرت۔ بنیادی حقیقتیں اور آئینہ تثلیث کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی، آخرالذکر کتاب اس وقت لکھی گئی جب پاکستان میں عیسائی مشنریاں ناواقف مسلمانوں کو عیسائی بنانے میں سرگرم تھیں یہ کتاب

دراصل اسلام کی عیب جوئی کرنے والے عیسائی مبلغین کے لیے ایک آئینہ ہے جس میں عیسائیت کے اصلی خط و خال نمایاں ہو گئے ہیں۔ بھٹو حکومت کے خاتمہ کے بعد انھوں نے "اور لائن کٹ گئی" کے نام سے جو کتاب لکھی تھی اس میں اس کا ذکر ہے کہ فوجی انقلاب کیسے آیا؟ مولانا کی تحریر و تصنیف کی ایک خوبی روانی اور شگفتگی بھی ہے۔

مولانا کوثر نیازی ہندوستان اور پاکستان میں اچھے تعلقات کے متمنی تھے، ابھی چند برس پہلے دونوں ملکوں میں خیر سگالی کے جذبات کو فروغ دینے کے لیے انھوں نے ہندوستان کا دورہ بھی کیا تھا۔ دارالمصنفین سے بھی ان کو تعلق خاطر تھا۔ جناب سید صباح الدین عبدالرحمن مرحوم ان کا ذکر خیر کیا کرتے تھے، پاکستان کے بعض ناشر دارالمصنفین کی مطبوعات کو غیر قانونی طور پر چھاپ کر اس کو غیر معمولی نقصان پہنچا رہے تھے، اس کے تدارک کے لیے پاکستان کی وزارت تعلیم کے ماتحت نشر و اشاعت کے ایک اہم ادارے نیشنل بک فاؤنڈیشن اور دارالمصنفین کے درمیان جو معاہدہ ہوا تھا اس میں مرحوم صباح الدین صاحب کو مولانا کوثر نیازی سے بھی بڑی مدد ملی تھی جس کا اعتراف انھوں نے ان لفظوں میں کیا ہے:

"انھوں (جناب سید حسام الدین راشدی) نے دارالمصنفین کی فریاد پاکستان کے وزیر امور مذہبی مولانا کوثر نیازی تک پہنچائی جو بڑے لائق اور فاضل اہل علم ہونے کے ساتھ بڑے علم نواز اور علم دوست بھی ہیں، انھوں نے بڑی کشادہ دلی سے اس مسئلہ کی طرف جناب ذوالفقار علی بھٹو وزیر اعظم پاکستان کی توجہ دلائی جنھوں نے اپنی معارف شناسی اور ہندوستان سے خیر سگالی کی خاطر اس سے اپنی پوری ہمدردی کا اظہار کیا۔

مولانا کوثر نیازی نے پاکستان کے وزیر تعلیم جناب عبدالحفیظ پیرزادہ پر بھی اس معاملہ کی نوعیت کو اچھی طرح واضح کیا جنھوں نے اپنی فراخ دلی سے پاکستانی ناشروں کی بدعنوانی پر اظہار افسوس کر کے اپنی علم پروری کا ثبوت دیا۔"

معارف برابر مولانا کے مطالعہ میں رہتا تھا اور انہیں اس کا انتظار رہتا تھا، انتقال کی خبر ملنے سے ۲ دو تین ۳ روز پہلے ان کے یہاں سے جو خط ملا تھا اس میں معارف کی تحسین اور اس کا شکوہ تھا کہ وہ پابندی سے نہیں ملتا۔

مولانا کو اسلام آباد کی فیصل مسجد میں سپرد خاک کیا گیا، اللہ تعالیٰ انکی مغفرت فرمائے آمین۔

شاہ ودود احمد

قارئین کو یہ خبر سن کر بھی بڑا ملال ہوگا کہ رمضان المبارک کے دوسرے عشرہ میں مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی مرحوم سابق اڈیٹر معارف کے صاحبزادے شاہ ودود احمد کا انتقال حرکت قلب بند ہو جانے سے کراچی میں ہوگیا۔ اپنے والد بزرگوار ہی کی طرح وہ بھی بڑے نیک طینت اور شریف النفس انسان تھے، انکی تعلیم شبلی کالج میں ہوئی اور تقسیم کے بعد پہلے ڈھاکہ پھر کراچی گئے جہاں پیام اجل آگیا۔ اللہ تعالیٰ غریق رحمت کرے اور تمام پس ماندگان خصوصاً ان کی بیوہ، بیٹے اور بیٹی کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین۔

"ض"

ادبیات

غزل

ازجناب وارث ریاضی

راس آتی ہی نہیں جلوؤں کی ارزانی مجھے
مضطرب رکھتی ہے تاروں کی درخشانی مجھے

اک جگہ مثلِ شجر رہتا نہیں کوئی کمال!!
مل گئی قسمت سے بوئے گل کی حیرانی مجھے

میں زمینِ عشق کا ذرہ ہوں رہ جاتا یہیں
لے گیا ہے عرش تک شوقِ خدادانی مجھے

زخمِ دل پر راہِ الفت میں نمک پاشی کے بعد
یاد ہے وہ تیرا اندازِ پشیمانی مجھے!!

اک اسی بے رحم کو الزام دینا ہے فضول
جس نے جب چاہا دیا دھوکا بہ آسانی مجھے

باوجودِ علم و دانش راہِ الفت میں مدام
"ہر قدم پر تھی سہارا میری نادانی مجھے"[ع]

مسجد و مندر کے جھگڑوں نے کیا رسوا مگر
وہ پشیماں ہے نہ کچھ احساسِ نادانی مجھے

یونہی میں نغمہ سرا ہوتا رہا وارثؔ اگر
مار ڈالے گا مرا ذوقِ غزل خوانی مجھے

غزل

از پروفیسر ڈاکٹر افتخار احمد فخرؔ

نہ دے یہ دل دہائی تو کوئی بات نہیں
"یہ چار دن کی خدائی تو کوئی بات نہیں"

جو مانگنا ہے تجھے صرف ایک در سے مانگ
یہ دربدر کی گدائی تو کوئی بات نہیں

مزہ تو جب ہے بجھے تشنگیٔ خارِ الم
جنونِ آبلہ پائی تو کوئی بات نہیں

خود اپنے دل کو بنالے تو آستانِ حرم
حرم کی ناصیہ سائی تو کوئی بات نہیں

نکل گئی تھی مرے منہ سے دل کی بات جو کل
ہوئی ہے آج پرائی تو کوئی بات نہیں

مئے سخن سے نہ پگھلے جو دل کا آئینہ
تو فخرؔ! شعلہ نوائی تو کوئی بات نہیں

ع استاد محترم جگن ناتھ آزاد کی غزل کا مصرعہ۔

باب التقریظ والانتقاد

چند کتب نعت

کعبہ وطیبہ، اللہ و رسول، زمزمۂ درود، زمزمۂ سلام، از جناب ابوالامتیاز ع۔ س مسلم صاحب، تقطیع متوسط، کاغذ عمدہ، کتابت وطباعت بہتر، صفحات اول ودوم ۱۶۰، سوم وچہارم ۲۰۸، خوبصورت جلد، قیمت اول ودوم ۱۰۰ روپے، سوم وچہارم ۱۲۵ روپے، پتہ: مقبول اکیڈمی، دیال سنگھ مینشن شاہراہ قائد اعظم لاہور۔

جناب ابوالامتیاز ع۔ س مسلم صاحب کو شاعری کی مختلف اصناف پر قدرت ہے اور ان کے متعدد مجموعے شایع ہوچکے ہیں، لیکن ادھر کئی برس سے انھوں نے اپنے شاعرانہ کمالات کے اظہار کے لیے نعت کو وسیلہ بنایا ہے، اس سے پہلے ان کے دو مجموعے حمد ونعت اور کاروانِ حرم کا ذکر معارف میں کیا جا چکا ہے، کئی مہینے ہوئے انھوں نے ازراہ عنایت یہ چاروں مجموعے بھی ہم کو نذر کیے ان سب کا موضوع حمد و نعت ہے جو شاعری کی مقبول اصناف بھی ہیں اور انہیں مذہبی و دینی تقدس کا درجہ بھی حاصل ہے، اردو میں حمد ونعت گو شعرا کی تعداد کم نہیں ہے لیکن انکا خاطر خواہ حق وہی شاعر ادا کر سکتا ہے جو صحیح معنوں میں بادۂ توحید کا متوالا اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق و محبت میں سرشار ہو، ابوالامتیاز ع۔ س مسلم صاحب کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ وہ اللہ و رسولؐ کے پوری طرح مرتبہ و عظمت شناس ہیں، اس کے علاوہ ان کو شعر وسخن کا اچھا ملکہ اور زبان و بیان پر پوری قدرت ہے اس لیے شعری لطافتوں اور خوبیوں کو باقی رکھتے ہوئے انھوں نے خدا اور رسولؐ کی توصیف وستایش کا حق ادا کیا ہے۔

پہلی کتاب کعبہ و طیبہ دو حصوں پر مشتمل ہے گویا ایک میں حمدیہ اشعار اور اللہ کے
گھر کی عظمت کا بیان ہے تو دوسرے میں نعتیہ اشعار اور مدینہ طیبہ کی فضیلت کا ذکر ہے۔
دوسری کتاب میں بھی پہلے اللہ کی حمد و ثنا سے متعلق اور آخر میں رسول اکرمؐ کی نعت و منقبت
سے متعلق اشعار ہیں، تیسری کتاب میں بارگاہِ رسالتؐ میں درود و سلام کی سوغات بھیجی
گئی ہے۔ آخری کتاب میں بھی نذرانہ سلام پیش کیا گیا ہے لیکن دونوں کی ابتدا حمد
سے ہوئی ہے۔

مصنف کو نعت گوئی سے خاص مناسبت ہے اور یہی ابوالامتیاز صاحب کا
خاص امتیاز بھی ہے، ذیل میں ان کی نعتیہ شاعری کی چند اہم خصوصیات درج
کی جاتی ہیں۔

۱۔ نہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں نامناسب فراخدلی سے کام لیا گیا ہے اور نہ
آپؐ کی جامعیت و کمال اور عظمت و برتری کو بیان کرنے میں کمی و کوتاہی کی
گئی ہے۔

۲۔ مصنف کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے جو والہانہ عقیدت و محبت
ہے، ان کا نعتیہ کلام پوری طرح اس کا غماز ہے، لیکن غیر معمولی جوشِ عقیدت و محبت
میں بھی وہ اپنا ہوش و حواس قائم رکھتے ہیں، اس لیے عقیدت و محبت کے اظہار کے
ساتھ وہ آپؐ کی پاکیزہ سیرت اور ستودہ زندگی اور آپؐ کے اخلاق و شمائل کی مصوری
کرتے ہیں، آپؐ کے کمالات اور کارناموں کے جلوے دکھاتے ہیں، آپؐ کے خصائص
و معجزات بیان کرتے ہیں، آپؐ کی اصلاح و دعوت کا ذکر کرتے ہیں اور آپؐ کی تعلیم
و ہدایت کا مرقع پیش کرتے ہیں جس سے آپؐ کی عظمت و بلندی اور دنیا پر آپؐ کے

احسانات کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے۔

۳۔ مسلم صاحب نے اس حقیقت کو اچھی طرح واضح کر دیا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کی حیات طیبہ اور تعلیم و ہدایت ہی سے بھٹکی ہوئی دنیا کو راستہ مل سکتا ہے اور عالم کو
جلا دینے والی آگ کو آپ ہی کی بارشِ کرم بجھا سکتی ہے۔

۴۔ مسلم صاحب کو زبان و بیان پر اچھی قدرت ہے، وہ شعر و ادب کے مزاج
شناس ہیں، فن عروض سے بھی واقف ہیں، اس لیے انکا کلام اسقام سے بڑی حد تک
خالی اور پیرایۂ بیان بہت موثر اور دلکش ہے۔

۵۔ شاعری کا اصلی کمال جدت ادا ہے، اس کی وجہ سے فرسودہ مضامین بھی
نئے اور تازہ معلوم ہونے لگتے ہیں، جناب مسلم صاحب کی نعتیہ شاعری میں بھی جدت ادا
نے بھی کیفیت پیدا کر دی ہے، انھوں نے ایک ہی قسم کے خیالات کو متعدد بار بیان
کیا ہے مگر ہر جگہ ان کا طرز و انداز جدا جدا ہے، اس کی وجہ سے تکرار کا عیب جاتا
رہا ہے۔

۶۔ مسلم صاحب کی ایک امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ قدرت نے ان کو دردمند
دل دیا ہے اور وہ ہر انسان کے درد و کرب کو دیکھ کر بے چین ہو جاتے ہیں لیکن ان کو
سب سے زیادہ دکھ ملت اسلامیہ اور عالم اسلام کے موجودہ پرآشوب حالات سے
ہے، اس لیے خدا کی بارگاہ میں بھی وہ اس کی فریاد کرتے ہیں اور آنحضورؐ کو بھی شیرازۂ ملت
کے درہم برہم ہو جانے کا حال بتلاتے ہیں۔

مثالیں پیش کرنے کی گنجائش نہیں ایک شعر پر تبصرہ ختم کیا جاتا ہے۔

غیرت کا ہے افلاس تو ایمان کا نقصان   اب جزیہ گزاروں کو ادا کرتے ہیں تاوان

"ض"

مطبوعاتِ جدیدہ

نظامِ تعلیم نظریہ، روایت، مسائل از جناب پروفیسر خورشید احمد مرتب جناب سلیم منصور خالد متوسط تقطیع، بہترین کاغذ و اعلیٰ طباعت، مجلد مع گرد پوش، صفحات ۴۴۳، قیمت درج نہیں، پتہ: بک پروموٹرز، جناح سپر مارکیٹ، مرکز ایف۔۷، اسلام آباد، پاکستان۔

پروفیسر خورشید احمد پاکستان بلکہ عالم اسلام کے ممتاز ماہر معاشیات ہیں، ان کی علمی و عملی تابانیوں سے یورپ و افریقہ کے کئی ادارے روشن ہیں، تعلیم و تدریس بھی ان کا خاص موضوع ہے، مغربی استعمار کے قائم کردہ منہج تعلیم کی برائیوں اور خامیوں سے وہ باخبر ہیں، ان کی نگاہ میں "تخریبی قوتوں کا سب سے موثر حملہ جس میدان میں ہوا ہے، وہ تعلیم کا میدان ہے، اس حملہ کی زد میں فکر و نظر، ایمان و ایقان، اخلاق و آداب اور تہذیب و تمدن غرض ہر وہ چیز ہے جو ہماری شناخت ہے اور جس میں ہماری زندگی اور بقا کا راز ہے" اسی لیے وہ پاکستان میں نظام تعلیم کی اسلامی روح و قالب کی تلاش میں عرصہ سے مصروف عمل ہیں، زیر نظر کتاب میں اسی موضوع پر ان کی متعدد تحریروں کو ان تین حصوں میں یکجا کیا گیا ہے۔ نظریہ ۲۔ روایت ۳۔ اور مسائل، پہلے حصہ میں اسلام کے نظریۂ تعلیم قومی تعمیر اور اساتذہ کی ذمہ داریوں کے علاوہ جدید نسل میں مذہب سے انحراف کے اسباب بھی بتائے گئے ہیں، دوسرے حصہ میں برصغیر کے مسلمانوں کے نظام تعلیم پر بحث کی گئی ہے، دراصل یہی کتاب کی روح ہے، اس میں مسلم دور حکومت کے نظام تعلیم کا عہد بعہد جائزہ

لیتے ہوئے جامعہ ملیہ اسلامیہ تک کا ذکر کیا گیا ہے، خصوصاً دیوبند، علی گڑھ، ندوہ اور جامعہ کے خوب و زشت کا تجزیہ بصیرت افروز ہے، دیوبند کی خدمات کا اعتراف وسعت قلب و نظر سے کیا گیا ہے تاہم ان کی یہ رائے موضوع بحث بن سکتی ہے کہ "متحدہ قومیت کے لیے دیوبند کا ایک مورچہ بن جانا ایک تاریخی سانحہ ہے اور آج تک طلبۂ تاریخ کے لیے ایک معمہ ہے"، ندوہ کے ذکر میں انھوں نے لکھا کہ "ملت کو اس کا سب سے بڑا علمی عطیہ مولانا سید سلیمان ندوی کی ذات گرامی ہے"۔ ان کی رائے میں دار المصنفین نے جو عظیم خدمت علوم اسلامی خصوصاً اسلامی تمدن و تاریخ کے میدانوں میں کی ہے وہ ندوۃ العلماء کی وجہ سے ممکن ہوئی، لیکن ان کو یہ شکوہ بھی ہے کہ "جس نوعیت کی تخلیقی و انقلابی جدوجہد کی ضرورت تھی وہ ندوہ نہ کر سکا، ندوہ کی پوری تاریخ میں جدوجہد اور انقلابیت کے بجائے ایک ٹھہراؤ اور سکون کی کیفیت ہے"۔ تیسرے حصہ میں انھوں نے پاکستان کے نظام تعلیم کی اسلامی تشکیل کے سلسلہ میں کئی مفید تجویزیں پیش کی ہیں اور گو یہ پاکستان کے پس منظر میں ہیں لیکن ہندوستان میں دینی تعلیم کے فروغ میں کوشاں افراد کے لیے بھی مفید ہیں۔

ضعیف احادیث کی معرفت اور انکی شرعی حیثیت از جناب غازی عزیز، متوسط تقطیع، کاغذ، کتابت و طباعت بہتر، صفحات ۲۲۳، قیمت ۸۰ روپے، پتہ: فاروقی کتب خانہ، افضل مارکیٹ، اردو بازار، لاہور، پاکستان۔

اس کتاب میں ضعیف احادیث کی فنی تشریح کر کے بتایا گیا ہے کہ علماء کے ایک طبقہ نے بعض حدود و شروط کے ساتھ ان کو قبول کیا ہے، مؤلف نے ان علماء کے اقوال و آراء کا جائزہ لے کر یہ ثابت کیا ہے کہ ایسی حدیثوں پر عمل کا کوئی جواز نہیں

خواہ ان کا تعلق فضائلِ اعمال ہی سے کیوں نہ ہو، لایق مولف کی محنت، مطالعہ اور تحقیق سے انکار نہیں کیا جا سکتا ہے تاہم ان کی شدت و انتہاپسندی ہر جگہ نمایاں ہے علاوہ ازیں ان کی تحریر سنجیدہ علمی رنگ اور شائستگی سے عاری ہے، قلم کی جارحیت اور سوئے ادب اور درجہ و مرتبہ کا عدم لحاظ تکلیف دہ ہے، مثلاً علامہ ابن حجر کی ایک تحریر کے متعلق لکھتے ہیں کہ "... اس اعتذار میں اصلاً اصول حدیث اور محدثین کرام کی نسبت کس بغض وعناد سے کام لیا گیا ہے یہ بات مخفی نہیں"۔ ملا علی قاری اور مولانا عبدالحئی لکھنوی کے اقوال پر بحث کرتے ہوئے یہ لکھا کہ "ان فضلاء کے پاس کوئی چارۂ کار نہ رہا تو انھوں نے ضعیف احادیث کے فضائل اعمال میں معتبر ہونے کا جادوئی ڈنڈا گھمایا اور اپنا الو سیدھا کر لیا"۔ مولانا ظفر احمد عثمانی کو "کم بصیرت" اور "علمی خیانت کرنے والا" لکھا، علامہ خفاجی کے ایک مناقشہ کے متعلق یہ خیال ظاہر کیا کہ "وہ انتہائی لغو اور صفحہ سیاہ کرنے والا ہے"۔ درایت کی بحث میں انھوں نے لکھا کہ اس کی موجودہ تعبیر "عقل کی کسوٹی پر پرکھنا ہے" اور "اس کے موجد غالباً مولانا شبلی نعمانی مرحوم اور ان کے حواری ہیں"۔ اس کے بعد کئی جگہ اسی سیاق میں وہ "نعمانوی تعبیر" کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں، حالانکہ خود انھوں نے جس درایت کا اس شدت سے انکار کیا ہے وہ متقدمین کے یہاں امر اجتہادی اور ترجیح کی شکل میں اور متاخرین میں نواب صدیق حسن خاں اور مولانا عبدالرحمن مبارکپوری کی نقل کردہ تعریفوں سے ثابت ہے، مولف کی پریشاں خیالی کا اثر مباحث کی ترتیب میں بھی ظاہر ہے، غیر ضروری تکرار و بے جا اطناب کی وجہ سے مضامین خلط ملط ہو گئے ہیں، اکثر جگہ عربی عبارتیں بغیر ترجمہ درج ہیں اور جن کا ترجمہ کیا گیا ہے ان میں بعض صاف نہیں ہیں جیسے "ابن فارس اور خلیج کے درمیان مفاذت واضح ہے"۔ کتابت کی غلطیاں جا بجا ہیں

الشمس کو متعدد بار الشمش ہی لکھا گیا ہے۔

مشاہیر شعرائے اردو کی فارسی شاعری از جناب ڈاکٹر انیس ادیبؔ

تقطیع متوسط، عمدہ کاغذ اور کتابت و طباعت، مجلد مع گرد پوش، صفحات ۳۸۰، قیمت سو روپے، پتہ: نصرت پبلشرز حیدری مارکیٹ، امین آباد، لکھنؤ۔ یوپی۔

یہ کتاب لایق مولف کا وہ تحقیقی مقالہ ہے جس پر ان کو ڈاکٹریٹ کی ڈگری تفویض کی گئی ہے، اس میں انھوں نے میرزا مظہر جان جاناں سے علامہ جمیل مظہری تک اردو کے ۷۱ مشاہیر شعراء کے مختصر حالات اور ان کی فارسی شاعری کا انتخاب دیا ہے، ہر ایک کے کلام کے حسن و قبح اور نمایاں خصوصیات بھی دکھائے ہیں، موضوع کی ندرت اور مقالہ نگار کی تحقیق و محنت سے کتاب پرکشش ہو گئی ہے، البتہ کہیں کہیں مضامین کی تکرار سے بے لطفی پیدا ہو گئی ہے، بعض جگہ ان کی تحقیق کا رنگ محض تاثراتی ہو گیا ہے، مثلاً سوداؔ کے کلام میں مے و صہبا کے ذکر سے انھوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ "معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کے قدرداں اور لذت شناس تھے"۔ اس ظنی دلیل سے تو اردو و فارسی شاعری کا پورا قصر واقعتاً میخانہ نظر آئے گا جس میں زاہد و رند کی دوئی باقی نہ رہے گی، شروع میں ہندوستان میں فارسی زبان و ادب کی تاریخ کا مختصر جائزہ بھی ہے۔

یادگار یوسف کوکن از افضل العلماء حافظ یوسف کوکن، متوسط تقطیع، عمدہ کاغذ اور کتابت و طباعت، صفحات ۱۸۹، قیمت ۶۵ روپے، پتہ: حافظ ہاوز ۱۳، میلاپورن اسٹریٹ، مدراس ۱۴

افضل العلماء مولانا یوسف کوکن مرحوم ہندوستان خصوصاً جنوبی ہند کے گنجِ علم کی متاع گراں تھے، انھوں نے وقت کی قدر کی اور زندگی علم و تحقیق کو نذر کر دی، سنہ ۹۰ء

میں انکا انتقال ہوا، اب ان کی رفیق حیات نے انکے سوانح، معمولات اور علمی کمالات کی یہ داستان مرتب کی ہے جس سے مولانا مرحوم کے عزم و استقلال اور انکی شبانہ روز جد وجہد کے بہت سے ایسے گوشے سامنے آجاتے ہیں، جن میں اوروں کے لیے بھی حوصلہ و ہمت کا سبق ہے۔

بدیع الزماں خاور، سات سمندر کا شاعر مرتبہ جناب ساحر شیوی، متوسط تقطیع، بہترین کاغذ، نفیس طباعت، مجلد مع گرد پوش، صفحات ۱۰۴، قیمت ۳۰ روپے، پتہ: موڈرن پبلشنگ ہاؤس ۹، گولا مارکیٹ، دریا گنج، نئی دہلی ۱۱۰۰۰۲۔

بدیع الزماں خاور کو "کوکن کا شاعر" کہا جاتا ہے، لیکن انکے کلام کی خوشبو پوری اردو دنیا میں پھیلی ہوئی ہے، تقریباً ربع صدی سے دل پہ جو گذرتی رہی وہ اسے رقم کرتے رہے، انکے کئی مجموعے شایع ہوئے، انکی شخصیت اور شاعری پر اہل قلم وقتاً فوقتاً اپنے خیالات کا اظہار بھی کرتے رہے ہیں، زیر نظر کتاب میں ایسی تحریروں کو یکجا کر دیا گیا ہے، آخر میں تازہ کلام کا انتخاب بھی ہے۔

کھارے پانیوں کا سلسلہ از جناب انور جلالپوری، متوسط تقطیع، مجلد مع گرد پوش، صفحات ۱۱۲، قیمت ۱۵ روپے، پتہ: مکتبہ دین و ادب، امین الدولہ پارک، لکھنؤ، یوپی۔

جناب انور جلالپوری اب خوش گو شاعر سے زیادہ خوش سلیقہ ناظم مشاعرہ کی حیثیت سے مشہور ہیں، لیکن ان کی شاعری، عہد و ماحول کی سچی عکاسی اور جذبات کی سادگی کی وجہ سے زیادہ توجہ کی مستحق ہے، زیر نظر مختصر مجموعہ ان کی بیس برس کی کاوش کا انتخاب ہے اور اس سے خود انکی تنقیدی شدت کا اندازہ ہوتا ہے، مجموعہ کا آغاز مناجات سے کیا گیا ہے، اسکا ایک شعر ملاحظہ ہو۔

محفل دے کہ احباب سے ہنس بول سکوں میں تنہائی مجھے پلکیں بھگونے کے لیے دے

ع۔ص۔